مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کو بہت نقاہت ہے مگر حضور مہماتِ سلسلہ کی سر انجام دہی میں مصروف ہیں۔ حضور کی صاحبزادی امۃ الباسط بیمار ہے۔ صحت کے لئے دعا کی جائے ✤

چیف انجنیر صاحب ریلوے معہ اگزکٹو انجنیر صاحب۔ ایستبر کو نہر کا پل جو بننے والا ہے۔ اس کی جگہ معائنہ کرنے کے واسطے آئے اور پھر نہر سے قادیان کا اسٹیشن بھی دیکھنے آئے۔ مولوی ذوالفقار علیخاں صاحب ناظر اعلےٰ اور مفتی محمد صادق صاحب کے ہمراہ ہر دو اصحاب اور میم صاحبان نے مسجد اقصےٰ دیکھی۔ منارۃ المسیح کا معائنہ کیا۔ اور پھر اسٹیشن جو بن رہا ہے۔ اسے دیکھنے گئے۔ چیف انجنیر صاحب فرماتے تھے۔ ریل کا افتتاح دسمبر ۱۹۲۸ء میں ہو جائیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

خلیفہ تقی الدین صاحب ابن جناب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم ولایت سے ڈی۔ ٹی۔ ایم ڈگری کا امتحان پاس کرکے بخیریت قادیان پہونچ گئے ہیں ✤

حضرت میاں بشیر احمد صاحب چند روز کے لئے ڈلہوزی تشریف لے گئے ہیں ✤

مغربی افریقہ کے ایک مخلص احمدی کا انتقال

امام محمد بضیا ڈوبری مرحوم و مغفور

نوشتہ مولوی عبدالرحیم صاحب نیر

سلسلہ کے فدائیوں کا انتقال

چونکہ مغربی افریقہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کا پہلا مبلغ ہونے کی عزت مجھے حاصل ہے۔ اور پرانے دوست اور رفقاء کی صورتیں عالم تصور میں اب تک آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اور سیاہ جسم والے سفید آنکھیں اب تک شوق کے ساتھ الفا یعنی سفید مولوی کے چہرے پر نگاہ شوق ڈالتے ہوئے معلوم ہوتی ہیں۔ اس لئے اگر کوئی رفیق کار اور مخلص کارکن داعی اجل کو لبیک کہتا ہے۔ تو مجھے سخت صدمہ ہوتا ہے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ۱۹۲۴ء میں ولایت میں تھے۔ تو مجلس منتظمہ جماعت احمدیہ لیگوس کے فدائی احمدیت پریزیڈنٹ محمد یعقوب صاحب کا انتقال ہوا تھا۔ ان کے بعد عزیز حامد سابق سیکرٹری جماعت احمدیہ ایبوکوٹہ اور جوس علاقہ ناٹیجیریا نے سال گزشتہ اپنے محبوب حقیقی سے وصال کیا۔ ملک نائیجیریا کے ان وجودوں کا نقصان بڑا نقصان تھا۔ لیکن خدا کی مصلحت اور قانون جس طرح ہندوستان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے خدام کو اپنے پاس بلا رہا ہے۔ اسی طرح نائیجیریا سے بھی ۱۳ جولائی کو میرے محترم دوست سلسلہ عالیہ کے فدائی امام محمد بضیا ڈوبری مرحوم و مغفور چیف امام سلسلہ احمدیہ شہر لیگوس قریباً ۷۰ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مولوی محمد علی صاحب

عقائد باطلہ کی تاریکیوں میں

"پیغام صلح" ۱۴ اگست ۱۹۲۸ء میں "حضرت مسیح موعودؑ کا ایک رویا۔ عقائد باطلہ کی تاریکیاں اور حضرت امیر ایدہ اللہ" کے جلی عنوان کے نیچے "حضرت امیر ایدہ اللہ کی تائید میں"۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نقل کر کے راقم مضمون پھولے نہیں سماتے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔ حضورؑ نے خواب میں دیکھا کہ کسی جگہ گھوڑے پر تشریف لے جا رہے ہیں۔ سخت اندھیرا ہے۔ آگے کچھ لڑکے ملے۔ جو شور ڈالتے ہیں۔ کہ "مولوی عبدالکریم صاحب آگئے" مولوی صاحب مرحوم واقعی تشریف لے آئے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ سے علیک سلیک کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم نے ایک چیز نکال کر مجھے (حضرت مسیح موعودؑ کو) بطور تحفہ دی۔ اور کہا بشپ جو پادریوں کا افسر ہے۔ وہ اسی سے کام چلاتا ہے۔ وہ چیز اس طرح سے ہے۔ جیسے کہ خرگوش ہوتا ہے۔ بادامی رنگ۔ اس کے آگے ایک بڑی نالی لگی ہوئی ہے۔ اور نالی کے آگے ایک قلم لگا ہوا ہے۔ اس نالی کے اندر ہوا بھر جاتی ہے جس سے قلم بغیر محنت کے بآسانی چلنے لگتا ہے۔ میں نے کہا میں نے تو یہ قلم نہیں منگوایا۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ مولوی محمد علی صاحب نے منگوایا ہوگا۔ میں نے کہا اچھا میں مولوی محمد علی صاحب کو دیدو لگا میرے ساتھ کچھ عورتیں بھی ہیں"۔

اس خواب سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے۔ کہ تاریکی سے مراد جماعت احمدیہ کے "عقائد کی تاریکی" ہے اور قلم (معجز رقم) وہ "دلائل" ہیں جو حضرت امیر ایدہ اللہ" کو عطا کئے گئے ہیں۔ جس کا زور جماعت احمدیہ کے عقائد حقہ کی تردید میں صرف کیا جا رہا ہے۔

اگر اس تعبیر کو صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ "حضرت امیر ایدہ اللہ" کو "عقائد باطلہ کی تاریکیاں" دور کرنے کے لئے قلم دیا گیا ہے۔ اور اگر (بقول پیغام) "عقائد باطلہ" حضرت خلیفۃ المسیح ثانی اور جماعت احمدیہ کے عقائد ہیں تو اس پر ایک سوال ہے اور وہ یہ کہ پیغام کے "حضرت امیر ایدہ اللہ" پر ۱۴ اگست ۱۹۲۸ء تک دو زمانہ گذرے ہیں:۔

۱۔ وہ زمانہ (جب یہ خواب دیکھا گیا تھا) جب "حضرت امیر ایدہ اللہ" کے وہی عقائد تھے جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی اور جماعت احمدیہ کے ہیں۔ اس وقت آپ کے قلم کا تمام زور حضرت مسیح موعودؑ کو "نبی" "رسول" "نبی آخر الزمان" اور "ھو الذی ارسل رسولہ" کا مصداق ثابت کرنے میں صرف ہوتا تھا۔

۲۔ وہ زمانہ آیا جس میں "حضرت امیر ایدہ اللہ" کا قلم" مندرجہ بالا عقائد کے خلاف چلنے لگا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت سے انکار کر دیا گیا۔ اب مشکل یہ ہے کہ "حضرت امیر ایدہ اللہ" کا ایک ہی قلم" دو وقتوں میں دو متناقض اور متضاد "عقائد" کے خلاف چلتا رہا ہے۔ پہلے اپنے "موجودہ عقائد" کے خلاف اور اب "سابقہ عقائد" کی تردید میں چل رہا ہے۔ اس لئے یہ معلوم کرنا سخت مشکل ہے کہ ان دونوں متناقض عقائد میں سے وہ "عقائد باطلہ" کون سے ہیں۔ جن کی "تاریکیاں" دور کرنے کے لئے "حضرت امیر ایدہ اللہ" "صاحب قلم" بنائے گئے تھے؟ "پیغام صلح" گو صاف لفظوں میں نہیں۔ مگر دبی زبان سے ضرور مولوی صاحب کے "سابقہ عقائد" کو "عقائد باطلہ" قرار دیگا۔ کیونکہ اس نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی اور جماعت احمدیہ کے عقائد کو "عقائد باطلہ" قرار دیا ہے۔ جو بعینہ مولوی محمد علی صاحب کے سابقہ عقائد ہیں۔ مگر فرق صرف اتنا ہے کہ "پیغام" مولوی صاحب کے پہلے عقائد کو اور ہم ان کے موجودہ عقائد کو "عقائد باطلہ" قرار دیتے ہیں اندریں صورت تعبیر یہ ہوگی۔ کہ مولوی صاحب کسی زمانہ میں (جبکہ وہ خواب دیکھا گیا تھا) "عقائد باطلہ" (جو ان کے موجودہ عقائد ہیں) کی تاریکیاں دور کرنے میں مصروف رہے۔ مگر جب وہ خود ہی (بدقسمتی سے) ان "عقائد باطلہ" میں مبتلا ہو گئے۔ (یا دوسرے لفظوں میں قلم میں ہوا بھر گئی) تو وہ "قلم" "چھن جانے" کے مترادف ہو گیا؛ فافهم

مگر یہ جو کچھ ہم نے لکھا "پیغام" کی خود تراشیدہ تعبیر کو (بفرض محال) تسلیم کر کے لکھا ہے۔ ورنہ اس خواب میں مندرجہ ذیل پانچ باتیں قابل غور ہیں:

۱۔ یہ قلم وہ ہے جس سے "بشپ جو پادریوں کا افسر ہے" کام چلاتا ہے۔

۲۔ یہ قلم "خرگوش" کی طرح ہے۔ اور خرگوش کے متعلق تعطیر الانام جلد ۱ صفحہ ۲۵ میں لکھا ہے:۔

"قیل الارنب یدل علی رجل جبان" کہ خرگوش بزدل آدمی پر دلالت کرتا ہے۔ اور خواب میں بھی ہے "میرے ساتھ کچھ عورتیں بھی ہیں"۔

۳۔ نالی کے اندر ہوا بھر جاتی ہے۔ اور قلم ہوا ہی کے زور سے چلتا ہے۔

۴۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں "میں نے تو یہ قلم نہیں منگوایا"

۵۔ جس چیز سے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی برأت ظاہر کی۔ مولوی محمد علی صاحب نے وہ منگائی۔

یہ پانچ باتیں ہیں۔ جن کا خواب کی تعبیر سے بہت کچھ تعلق ہے۔ "حضرت امیر ایدہ اللہ" کا مخالفین سلسلہ کی مخالفت سے ڈر کر یا ان سے چندہ کے بند ہو جانے کے خوف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو چھپانا "رجل جبان" اور "میرے ساتھ کچھ عورتیں بھی ہیں" کی تعبیر کو واضح کر رہا ہے۔ قلم کا نالی (جو اندر سے خالی ہے) کے آگے لگنا بتاتا ہے کہ جن عقائد کا اظہار اس قلم سے ہوگا۔ وہ حقیقت اور اصلیت سے بالکل خالی ہوں گے۔ ہوا کا اس میں بھر جانا بتاتا ہے۔ کہ ان کے "پرفتن" عقائد محض ہوائی خیالات اور ٹھوس دلائل سے بالکل خالی ہوں گے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کا قلم کو نہ منگوانا حضور کے ان "بزدلانہ" عقائد سے بیزاری کا اعلان ہے۔

پس اہل پیغام کی امیدوں پر یہ خواب پانی پھیرنے والا اور ان کے عقائد کو "عقائد باطلہ" ثابت کرنے کے لئے بین دلیل ہے اس میں اہل پیغام کے لئے خوشی کا کوئی موقعہ نہیں بلکہ ٹھنڈے دل سے مندرجہ بالا باتوں پر غور کرنے اور حق کی طرف رجوع کرنے کا موقعہ ہے ؎

فیا حق تفکر فی کلامی
فان الفکر للتقویٰ وشاخ

ملک عبدالرحمٰن خادم گجرات

چندہ خاص اور جماعت احمدیہ

۱۔ جماعت بھاگل پور شہر کا فارم چندہ خاص دفتر میں پہنچ گیا ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل احباب کا وعدہ تیس ۳۳ فی صدی کے حساب سے ہے۔ حضرت مولانا مولوی عبدالماجد صاحب امیر جماعت پروفیسر محمد اسمٰعیل صاحب ایم۔ اے۔ مولوی علی محمد صاحب ایم۔ اے۔ مولوی عبدالباقی صاحب۔

۲۔ چوہدری غلام احمد صاحب سب انسپکٹر پولیس خیرپور ریاست بہاولپور نے اپنی لڑکی کی طرف سے چندہ خاص کا ایک روپیہ ارسال فرمایا ہے۔

۳۔ خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب امرتسری بنگلور میں ہیں۔ اور ایک لمبے عرصہ سے کاروبار سے علیحدہ مگر باوجود اس کے چندہ خاص یکمشت ارسال کر دیا ہے۔

۴۔ جماعت میرٹھ کا فارم آگیا ہے جو باقاعدہ اور باشرح پُر کرایا گیا ہے۔ اس میں خصوصیت یہ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بی۔ اے ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز اور شیخ عبدالرشید صاحب امیر جماعت نے اپنا چندہ خاص باوجودیکہ ان دوستوں کو مالی مشکلات کا سامنا ہے۔ باشرح یکمشت ادا کر دیا ہے۔

۵۔ جماعت احمدیہ صدر گوگیرہ ضلع منٹگمری کے سکرٹری مال نے اپنی جماعت کے احباب کی رقم چندہ خاص یکمشت تیس فیصدی کے حساب سے بھیج دی ہے؛

۶۔ مرکزی جماعت نکودر ضلع جالندھر کے فارم میں مولوی اقبال حسین صاحب ہیڈ ماسٹر۔ حافظ محمد عبداللہ صاحب ٹیچر اور منشی عبدالکریم صاحب ٹیچر نے چندہ خاص ۳۳ فی صدی کے حساب سے [illegible] باقی احباب نے [illegible] ہیں۔ عبدالمغنی ناظر بیت المال قادیان

پانچ دن میں پانچ ہزار فروخت ہو گئی

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

کی تقریر ۱۷ جون

دنیا کا محسن

پانچ ہزار چھپی تھی جو پانچ دن کے اندر ہی فروخت ہو گئی مگر ابھی آرڈر دھڑا دھڑ آ رہے ہیں اس لئے جن دوستوں نے یہ بے مثال تقریر ابھی نہیں منگوائی۔ وہ فوراً اپنی اپنی فرمائشیں بھیجدیں تاکہ دوسرے ایڈیشن کے چھپتے ہی انہیں بھیجدی جاوے

نوٹ۔ پہلے ایڈیشن کے ۲۰-۲۵ نسخے باقی ہیں۔ فی نسخہ ۴ر کے حساب سے جلد منگوالیں:

مینیجر بکڈپو تالیف واشاعت قادیان ضلع گورداسپور

نہایت نیک مشورہ

بہت سے دوست اور وہ احباب جن کا روپیہ بغیر کسی فائدے کے بیکار پڑا رہتا ہے مشورہ طلب کرتے رہتے ہیں۔ کہ وہ اپنے روپے کو کسی محفوظ منافع والی تجارت میں کہاں اور کس طریقہ سے لگائیں۔ سو ان کو اور دوسرے احباب کو جو نیک مشورہ کے خواہاں ہیں۔ مژدہ ہے۔ کہ ہمارے زیر انتظام بہت سے منفعت بخش تجارتی کاروبار سرانجام پا رہے ہیں۔ (اور بہت سے زیر نظر ہیں) جو بفضلہ تعالےٰ ہمارے سرمایہ کے لحاظ سے ہمیں بہت اعلیٰ منافع دے رہے ہیں۔ اگر مشترکہ سرمایہ سے ان ہمارے مجوزہ اور دیرینہ تجربہ شدہ تجارتی کاروبار کو وسیع کیا جائے۔ تو یہ تجویز خدا کے فضل سے بہت فائدہ مند اور تھوڑے عرصہ میں ہی سرمایہ کو بڑھانے والی ثابت ہوگی۔ جو احباب اپنا سرمایہ (روپیہ) محفوظ اور زیادہ منافع والے کاروبار میں لگانا چاہیں۔ وہ ہم سے خط و کتابت کریں ان کے سرمایہ کا تحفظ پورے طور پر شرعاً اور قانوناً کر دیا جائیگا

ایم عبدالرشید اینڈ سنز سوداگران بٹالہ احمدیہ بلڈنگ پنجاب

اولاد حاصل کرنے کی

حیرت انگیز دوائی

اگر واقعی آپ اولاد حاصل کرنے کیلئے پریشان ہیں۔ اگر واقعی اپنے بعد سلسلہ نسل قائم رکھنے کی آپ کو سچی تڑپ ہے۔ تو آپ اپنا محنت اور پسینہ سے کمایا ہوا روپیہ اشتہاری حکیموں کی نذر کر کے برباد نہ کریں۔ صرف

حب حمل

کا استعمال گھر میں شروع کرا دیں جس کا پہلی دفعہ کا استعمال ہی انشاء اللہ آپ کو بامراد کر دیگا۔ زیادہ تعریف ہم گناہ سمجھتے ہیں کہ "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید" قیمت حب حمل صرف پانچ روپے (۵ر) آرڈر دیتے وقت تفصیلی حالات ضرور لکھیں جو کہ صیغہ راز میں رکھے جائیں گے:

مہتمم احمدیہ دواگھر قادیان

ضرورت رشتہ

قوم زمیندار جو کہ بعہدہ پٹوار ملازم ہیں۔ اور ۶۵ بیگہ اراضی کے واحد مالک ہیں۔ خادم سلسلہ ہماری جماعت کے سکرٹری ہیں۔ غیر شادی شدہ نوجوان ۲۳ سالہ ہیں۔ ان کو جوان رشتہ اپنے خاندان سے ملتا ہے۔ مگر خواندہ رشتہ کا از حد اشتیاق ہے جو کہ ان کے خاندان میں احمدیت کی تعلیم تہذیب و شائستگی کی روح پھونک دے۔ اس غرض کے لئے اخبار میں شائع کرانے کی ضرورت پیش آئی ہے:

خط و کتابت بنام

چوہدری تاجدین سیکرٹری پٹواری آبادی نشانگڈ

ڈاکخانہ شیر گڑھ تحصیل میلسی ضلع ملتان

حب اٹھرا

کا محافظ اٹھرا گولیاں رجسٹرڈ

جن کے بچے چھوٹے ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ یا وقت سے پہلے حمل گر جاتا ہے۔ یا مردہ پیدا ہوتے ہیں انکو عوام اٹھرا کہتے ہیں۔ اس مرض کیلئے حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب شاہی حکیم کی مجرب اٹھرا اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔ یہ گولیاں آپ کی مجرب مقبول و مشہور ہیں۔ اور ان گھروں کا چراغ ہیں۔ جو اٹھرا کے رنج و غم میں مبتلا ہیں وہ خالی گھر آج خدا کے فضل سے بچوں سے بھرے پڑے ہیں۔ ان خاندانی گولیوں کے استعمال سے بچہ ذہین خوبصورت اٹھرا کے اثرات سے بچا ہوا پیدا ہو کر والدین کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی راحت ہوتا ہے۔ قیمت فی تولہ عہ شروع حمل سے اخیر رضاعت تک قریباً ۹ تولہ خرچ ہوتی ہیں۔ ایک دفعہ منگانے پر قیمتوں کم لیا جائیگا: ملنے کا پتہ۔ عبدالرحمٰن کاغانی دواخانہ رحمانی قادیان

ضرورت ہے

ایسے مڈل و انٹرنس پاس طلباء کی۔ جو کہ ریلوے و محکمہ نہر وغیرہ میں ملازمت کے خواہشمند ہوں مفصل حالات ۲ر کا ٹکٹ بھیجکر معلوم کریں۔

امپیریل ٹیلیگراف کالج دہلی

ہر ایک اشتہار کی صحت کا ذمہ دار خود مشتہر ہے نہ کہ الفضل (ایڈیٹر)

ہندوستان کی خبریں

کھڑگ پور۔ ۵ ستمبر۔ آج کھڑگ پور کے فساد کے سلسلہ میں قتل اور بلوے کے جرائم میں تین مسلمان گرفتار ہوئے۔ ابھی تک حالت مخدوش ہے

لاہور۔ ۸ ستمبر۔ یو پی کونسل میں سر محمد شفیع کے تقرر کی خبر صحیح نہیں۔

فیروزپور۔ ۴ ستمبر۔ ایک مجھلی کو قتل کرنے کے جرم میں دو لڑکے ۱۸ اور ۱۰ سال کی عمر کے گرفتار کئے گئے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے مقتول سے ہار طلب کئے۔ لیکن اس کے انکار کرنے پر دستار کے ساتھ اس کا گلا گھونٹ دیا۔

لاہور ۵ ستمبر۔ پوسٹ ماسٹر جنرل پنجاب و شمال مغربی سرحدی صوبہ اپنے مکتوب نمبر ۴ ایچ ڈبلیو مورخہ ۵ ستمبر میں اطلاع دیتے ہیں۔ کہ طغیانی اور سیلاب کیوجہ سے کشمیر کے برقی پیغامات کی ترسیل اور رسیدگی میں بے حد توقف واقعہ ہونے کا احتمال ہے۔

شملہ۔ ۶ ستمبر۔ ہوم ممبر نے اسمبلی میں ایک سوال کے جواب میں بتایا۔ کہ ہندوستان کی ہائیکورٹوں کے بل سے جو پارلیمنٹ میں پیش ہو چکا ہے۔ گورنمنٹ اتفاق رائے کرتی ہے

شملہ۔ ۶ ستمبر۔ اسمبلی کے اجلاس میں سر ڈینس بیرے فارن سیکرٹری نے کہا۔ کہ یہ خبر بالکل بے بنیاد ہے۔ کہ سرحد شمال و مغربی پر فوجی قسم کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔

کلکتہ۔ ۷ ستمبر۔ قاضی بدل الرحمٰن کو سشن جج چٹاگانگ نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ چٹاگانگ کے قتل کے الزام میں سزائے موت دی۔ ملزم نے عدالت عالیہ میں اپیل کی تھی ہائیکورٹ نے ملزم کی دماغی حالت کی تاریخ کو پیش نظر رکھتے ہوئے حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا تجویز کی۔

کلکتہ۔ ۵ ستمبر۔ کاریگر جو سلیپر تیار کرتے ہیں ان میں سے آٹھ ہزار آدمیوں نے یکدم ہڑتال کر دی۔ ان کا مطالبہ ہے کہ ہم نے چمڑا گراں ہونے کے باعث بہت نقصان اٹھایا ہے۔ اس لئے ۴ روپے فی جوڑہ قیمت بڑھائی جائے۔ لاکھوں روپے روزانہ کا کاروبار بند ہو گیا ہے۔ دکاندار سخت نقصان اٹھا رہے ہیں۔ اس وقت تک کوئی تصفیہ نہیں ہوا ہے۔

نینی تال ۴ ستمبر۔ کل مورخہ ۵ ستمبر بوقت شب مس گنگولی نے گرانڈ ہوٹل نینی تال میں بدست قاضی سید ابرار حسین صاحب اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد مسٹر آصف علی صاحب بیرسٹر دہلی کے ساتھ مس موصوف کا نکاح قاضی صاحب نے پڑھا۔

شملہ۔ ۶ ستمبر۔ آج اسمبلی میں مسٹر ایم۔ سی واٹرلس نے مسٹر گیا پرشاد کو جواب دیتے ہوئے بیان کیا۔ کہ حکومت ہندوستان ہوائی ڈاک کا سلسلہ جاری کرنے کے مسئلہ پر غور کر رہی ہے۔ لیکن بغیر ٹنڈر طلب کئے کسی کمپنی سے کوئی گفتگو یا معاہدہ کرنے کے لئے تیار نہیں۔ حکومت کو معلوم ہوا ہے۔ کہ ایک ہالینڈ کی کمپنی ہالینڈ سے براہ ہندوستان ڈچ ایسٹ انڈیز کو آزمائشی پروازوں کا سلسلہ جاری کرنے والی ہے۔

شملہ۔ ۷ ستمبر۔ لنڈن کے ہندوستانی ایوان تجارت نے حکومت ہند کے محکمہ تجارت کو ایک برقی پیغام بھیجا ہے جس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے۔ کہ ساحلی تجارت کی تخصیص اور ملکیت کے معاملہ میں ہندوستانی مطالبہ کا لحاظ رکھا جائے۔ یہ ایوان اس مسودہ کی کامل تائید کرتا ہے جو مسٹر حاجی نے پیش کیا ہے۔ اور بزور درخواست کرتا ہے۔ کہ اس غرض کیلئے ایک قانون وضع کر دیا جائے۔

شملہ۔ ۸ ستمبر۔ حکومت پنجاب نے اعلان کیا ہے۔ کہ دریائے جہلم چناب اور راوی کی طغیانیوں کے باعث زیادہ جانی نقصان نہیں ہوا۔ البتہ چند متفرق مقامات پر چند آدمی ہلاک ہوئے ہیں۔ بہر کیف توقع ہے۔ کہ مواشی کا نقصان بہت زیادہ ہوا ہے جن مواضع پر سیلاب کا زیادہ اثر ہوا ہے۔ ان میں سے بعض میں فصلیں یا بالکل تباہ ہو گئی ہیں۔ یا بعض میں جزئی طور پر۔ جو مواضع نشیب میں واقع ہیں۔ وہ سیلاب کی وجہ سے منہدم ہو گئے ہیں۔ شاہ پور۔ جہلم۔ گجرات کے اضلاع کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا ہے۔ لیکن اضلاع گوجرانوالہ۔ سیالکوٹ۔ امرتسر۔ گورداسپور میں کچھ کم نقصان ہوا ہے۔ اضلاع اٹک میں چند پشتوں کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے نقصان پہنچا ہے۔ قسمت لاہور و راولپنڈی کے کمشنر تقاوی تقسیم کر رہے ہیں۔ تاکہ کاشتکار مواشی خرید سکیں اور بیج مہیا کر سکیں۔ حکام ضلع کے ذریعہ سے آبپاشی کے کنوؤں کی درستی کے لئے بھی روپیہ تقسیم کیا جا رہا ہے۔ اس مقصد کے لئے ۵۰ ہزار روپیہ عطا کیا گیا ہے۔ جہلم اور گجرات میں امدادی انجمنیں قائم کر دی گئی ہیں۔ اور حکومت کی تجویز ہے۔ کہ اگر مزید اطلاعات سے مزید امداد کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تو صوبہ میں کاشتکاروں کی اعانت کے لئے ایک فنڈ کھول دیا جائے گا۔

حیدر آباد ۸ ستمبر۔ حیدر آباد کے خاص حلقوں سے اس خبر کی تصدیق نہیں ہوئی۔ کہ سر علی امام وزیر اعظم کی حیثیت سے وہاں جانے والے ہیں۔ وہاں کی ایگزیکٹو کونسل میں فی الحال کسی تبدیلی کی توقع نہیں۔ اور سر علی امام کے حیدر آباد جانے کا بعید ترین امکان بھی نہیں۔

غیر ممالک کی خبریں

عمان۔ ۳۰ جولائی۔ عمان کانفرنس کا اجلاس جو حسین پاشا فردانی کی زیر صدارت منعقد ہوا تھا ختم ہو گیا۔ ملک کے سرکردہ اصحاب اور احباب ایک سو کے قریب شریک کانفرنس ہوئے۔ شرق اردن اور برطانیہ کے باہمی عہد نامہ پر بحث و تمحیص ہو کر قرار پایا کہ (۱) شرق اردن شاہی آزاد اور موروثی علاقہ ہے۔ اور اس کے امیر۔ امیر عبداللہ ہیں۔ ۲۔ ضروری ہے کہ شرق اردن میں ذمہ دار پارلیمنٹری نمونہ کی حکومت قائم کی جائے۔

یہ پہلا موقعہ ہے۔ کہ خلائق کے فائدے کی غرض سے لنڈن اور سیوڈ جو حدود مراکو مقبوضہ دول۔ اسپین میں واقع ہے۔ اس کے درمیان ٹیلیفون کا سلسلہ قائم کر دیا گیا ہے۔

ماسکو۔ ۳ ستمبر۔ جزیرہ نمائے کریمیا میں ایک شدید زلزلہ آیا۔ جس نے سخت نقصان پہنچایا ہے۔ صرف ایک شہر سیباستوپول میں ۷ آدمی ہلاک ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی طوفان اور سیلاب آیا۔ باغیچے اور مویشی غرق ہو گئے۔

لنڈن۔ ۵ ستمبر۔ جمہوریہ امریکہ کی طرف سے دولت مصر کو مدعو کیا گیا تھا۔ کہ وہ بھی میثاق کیلوگ میں شریک ہو جائے چنانچہ مصر نے منظور کر لیا۔ اور ایک مراسلہ کے ذریعہ سے میثاق مذکور کے مقاصد کی خوب تعریف کی۔

ریوال۔ ۳ ستمبر۔ ریاست استھونیہ نے اطلاع دی ہے۔ کہ وہ بھی میثاق کیلوگ کی پابندی کرنیکا ارادہ رکھتی ہے۔

رگبی۔ ۵ ستمبر۔ آبدوز کشتی ایل ۵۵ کے افسروں اور کارکنوں کی نعشیں ماتمی حیثیت سے پورٹ ساؤتھ کی بندرگاہ پر اتاری گئیں۔ یہ کشتی آج سے نو سال پہلے روسی سمندر میں غرقاب ہو گئی تھی۔ روسی ماہرین نے اس کشتی کو باہر نکالا اور لاشیں جنگی جہاز پر لاد کر ساحل انگلستان پر لائی گئیں۔

ماسکو کا ایک پیغام مظہر ہے۔ کہ نئے قانون عسکری کے رو سے روس کے ہر شہری کو خواہ وہ عورت ہو یا مرد اتحاد جماہیر شورائیہ روس کی مدافعت کا فرض لازمی طور پر انجام دینا ہوگا اس نئے قانون کے ماتحت عورتوں اور مردوں سب کو فوجی قواعد سیکھنی پڑیگی۔ ہائی سکول کے طلباء کو ہر سال دو ماہ فوجی تربیت کا فرض لازمی طور پر دینا ہوگا۔

ماسکو۔ ۵ ستمبر۔ بحر شمالی کی مہم میں ایک دہولناک حادثہ کا خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ ایک روسی ہوائی جہاز دلاڈی واسٹک سے جانے کی کوشش میں مفقود الخبر ہے قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ جہاز سائبریا میں گم ہو گیا

(عبداللہ حجام، قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس میں چھپوا کر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا)

ہمارا چیف امام

۱۵ - اپریل ۱۹۲۱ء بروز جمعہ پہلی مرتبہ مرحوم امام سے ان کے مکان پر جا کر ملا - وہ بہت اخلاص سے پیش آئے - ۲۱ اپریل انھوں نے دو قائمقام اس لئے میرے پاس بھجوائے - کہ ان کی مسجد میں تقریر کروں - مگر میں ۲۹ - مئی سے قبل ان کے لئے وقت نہ نکال سکا آخر اس تاریخ کو میں نے امام صاحب اور ان کے ساتھیوں کو قرآن سنایا - تقریر کی اور امام صاحب کی محبت سے یقین ہو گیا - کہ وہ جلد احمدیت قبول فرمائیں گے - ۳ جون کو امام صاحب کے قائمقام آئے اور اطلاع دی - کہ امام صاحب مع جماعت سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے کے لئے تیار ہیں - ۴ جون کو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد پر تقریر کی اور وہ مشہور رویا جو ایک پرانے الفا نے دیکھا تھا تمام لوگوں کو سنایا - اور کہا - ہمیں بتایا گیا تھا - کہ

"سفید آدمی سمندر کی طرف سے قرآن لے کر آئے گا"

ہمیں کہا گیا تھا - "مہدی سمندر کی طرف سے آئے گا"

پھر میری طرف اشارہ کر کے کہا "یہ دیکھو - خدا کے وعدے پورے ہوئے - مہدی کا فرستادہ آگیا"

۵ - جون امام صاحب کے نمائندے سلسلہ میں داخل ہونے کا طریق دریافت کرنے آئے - اور میرے یہ کہنے پر کہ ہم قائمقام بیعت کرنے کے لئے آجائیں - امام صاحب ۶ جون کو مع ۵۰ ساتھیوں کے آگئے اور میرے ذریعہ سیدنا محمود کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو گئے

ابتلاؤں کا سلسلہ

بیعت کے بعد امام صاحب ایک تبدیل شدہ آدمی تھے - بوڑھے ہو کر نوجوانوں کی طرح سیکھنے لگے - مجھ سے ترجمان کی مدد سے پڑھتے اور پرانا طریق خطبہ جو اجنبی زبان عربی کا تھا چھوڑ کر یوربا زبان میں خطبہ پڑھنے لگے - میری باتوں کو حکم تصور کرتے اور جب چند لوگوں نے ارتداد کیا - اور امام صاحب کو ساتھ ملانا چاہا - تو انھوں نے کہا حق پانے کے بعد میں واپس نہیں جا سکتا - لفٹنٹ گورنر جنوبی نائجیریا بعض لوگوں کے بہکانے میں آگئے - اور میری عدم موجودگی میں امام صاحب کو دھمکایا - مرتدین نے گالیاں دیں - دباؤ ڈالے - مقدمات کئے - ایک وقت ہماری حالت بلغت القلوب الحناجر کی تھی مگر امام صاحب کے استقلال میں ذرا فرق نہ آیا - ولایت آنے سے پہلے جماعت نے ان کو پریذیڈنٹ منتخب کیا - اور میرے آنے کے بعد سے اس وقت تک بغیر کسی ہندوستانی احمدی مبلغ کی اعانت کے سلسلہ کا کام چلاتے رہے - اور ہر ابتلا میں ثابت قدم رہے

استقلال اور آخری پیغام

امام صاحب لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے آہستہ بات کرتے تھے - آپ کے الفاظ کی تشریح عبد الواحد امام قاسم آر اجوسے جو ان کے خاندان کے سربراہ کہلاتے اور میرے ترجمان ہوا کرتے تھے - کرتے رہے - اور خوش قسمتی سے اب مرحوم کے داماد بھی ہو گئے تھے - اور آخری پیغام امام اجوسے کے ذریعہ مرحوم و مغفور مخلص احمدی حضرت مسیح موعود کے بلالؓ کا میرے نام یہ تھا - "جہاں آپ نے مجھے کھڑا کیا ہم اس سے ایک انچ ادھر ادھر نہیں ہٹے" یعنی احمدیت میں ترقی کی ہے - ہمارا قدم پیچھے نہیں ہٹا

چیف امام کی موت پر دشمن و دوست

ارولویا سٹریٹ کی کیتھیڈرل احمدیہ مسجد جو نائجیریا کی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے اصلاح المسلمین کا مرکز اور نائجیریا کے مستقبل ہاں شاندار مستقبل کے لئے تیار ہونے والی جماعت کی درسگاہ متصور ہوتی رہیگی اور جس کے صحن میں تعلیم الاسلام سکول کی بنیاد رکھی گئی تھی - اس مسجد میں شان کے ساتھ چاندی کا عصا ہاتھ میں لے کر نمازیوں کے اخلاص بھرے "آکابو" خوش آمدید کا وقار کے ساتھ جواب دینے والا نیز ہندوستانی عمامہ پہنکر خطبہ میں جگہ جگہ جوش سے "بہ برکت محمد بہ برکت مہدی" پکارنے والا اور میری موجودگی میں اور میرے پیچھے ہمیشہ مجھے "میرا الفا" کہنے والا پیارا ڈوبری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس چلا گیا - اور وہ آڈابو خدا حافظ جو لیگوس کے بندر پر جہاز اپاپا میں سوار ہوتے ہوئے چشم پر آب ڈوبری نے کہا تھا - وہ باوجود ان کی متواتر خواہش کے کہ میں ایک بار پھر افریقہ آؤں - آخری الوداع ثابت ہوا

امام مرحوم عاشق تھا - اس کا جنازہ دھوم سے نکلا - اور اخبارات نے ان کی زندگی پر لمبے مضامین لکھے ہیں - روزانہ نائیجیرین ٹائمز کے ایک مضمون سے معلوم ہوتا ہے - کہ دوست و دشمن امام محمد ڈوبری کے مداح ان کے کارناموں پر خوش اور ان کی ہمیشہ زندگی کے قائل ہیں

امام صاحب کے پسماندگان

امام صاحب کی لڑکیوں کے علاوہ آپ کے دو فرزند ہیں عبد العزیز ڈوبری اور محمد شیٹو ڈوبری - جماعت کے احباب سے درخواست ہے - کہ مرحوم کا جنازہ غائب پڑھیں - اور ذیل کے پتہ پر امام صاحب کے پسماندگان کے ساتھ اظہار ہمدردی کریں - تا وہ محسوس کریں - کہ ہندوستان ان کے مخلص باپ کو اس وقعت کی نظر سے دیکھتا ہے - جو خدا نے اس کو دے رکھی تھی

Imam K. R. Ajose
Ahmadiyya Movement
P.O. Box 727 Lagos
W. Africa

درس قرآن کریم

از منشی قاسم علی خاں صاحب قادیانی

یہ نظم اس مشاعرہ میں پڑھی گئی - جو درس القرآن کے ایام میں منعقد ہوا

آفتاب نور حق ہے شان قرآن کریم
جوہر قابل کی جان احسان قرآن کریم

حضرت محمود کا پھیلا ہے دستر خوان درس
بارک اللہ جمع ہیں مہمان قرآن کریم

لائے ہیں تشریف جو احباب ہیں مہمان حق
دونو وقت آتا ہے آگے خوان قرآن کریم

عاشقوں کو اس کے کیا خوف و خطر ہے حشر کا
ڈھانک لیگا سایہ دامان قرآن کریم

جان کیا ان کی مقابل پر جو ٹھیریں کفر و شرک
اس قدر پر رعب ہے برہان قرآن کریم

عنبر و مشک و گلاب و عطر گل کیا چیز ہے
ہے مشام جاں کی جاں ریحان قرآن کریم

باغ عالم میں نہیں واللہ بجز محمود کے
طوطیٔ خوش نغمہ بستان قرآن کریم

وہ ہجوم میکشاں پیر مغاں کے ہر طرف
اور وہ نظارۂ مستان قرآن کریم

دولت عرفاں سے پر ہو جائیں اے خدا
کھینچ لائے پھر انھیں ارمان قرآن کریم

ہے غریبوں کی طرف سے یہ ضیافت آپ کی
اے محبان خدا مہمان قرآن کریم

قادیانی کیا سمائے آنکھ میں حسن جہاں
کر چکی ہے جس کو گھائل آن قرآن کریم

اشد ضروری اطلاع

پہلے بھی اعلان کیا جا چکا ہے - لیکن بعض احباب نے اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی - لہذا مکرر اعلان کیا جاتا ہے - کہ کوئی دوست یا کوئی جماعت کسی ایسے مناظرہ یا جلسہ کا اپنے طور پر بلا منظوری دفتر دعوت و تبلیغ قادیان انتظام نہ کیا کرے - جس میں اسے قادیان سے مبلغ یا مناظر بلانے کی ضرورت محسوس ہو - کیونکہ اکثر ایسا اتفاق ہوا ہے - کہ جو تاریخ مناظرہ یا جلسہ کی مقرر کی جاتی ہے - اس پر کوئی مناظر یا مبلغ فارغ نہیں ہوتا - اور ایسی صورت میں سخت مشکلات پیش آتی ہیں - اس اعلان کے بعد کوئی دوست یا کوئی جماعت اس کی خلاف ورزی کرے گی - تو وہ خود ذمہ وار ہو گی

محمد الدین - قائمقام ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۲۸ء

شاہ کابل کا استقلال اور کابلی ملاؤں کا زوال

بعض لوگوں کا خیال تھا۔ کہ ہز مجسٹی شاہ کابل نے سیاحت یورپ پر تشریف لے جاتے ہوئے سرزمین ہند پر قدم رکھتے ہی اپنی پہلی فرصت میں مولویوں ملانوں کے متعلق جن خیالات کا اظہار فرمایا تھا۔ اور پھر دوران سیاحت میں یورپین تہذیب و تمدن سے جس طرح دلبستگی اور شیفتگی کا اظہار کیا تھا۔ اس کی وجہ سے انہیں واپسی پر اپنے ملک میں جہاں کے عام لوگ عموماً اور علماء کہلانے والے خصوصاً دقیانوسی خیالات میں پرورش پائے ہوئے اور باقی دنیا سے منقطع ہونے کی وجہ سے جہالت کے گنبد میں رہتے ہیں مشکلات کا سامنا ہوگا لیکن خوشی کی بات ہے۔ شاہ کابل کے واپس تشریف لانے پر نہ صرف کسی فتنہ انگیز اور مفسدہ پرداز فریق کو کوئی شرارت کھڑی کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ بلکہ مملکت کابل کے سرکردہ لوگوں نے بڑی شان و شوکت سے ملک اور ملکہ کا استقبال کیا۔ اور جو اصلاحیں سیاحت یورپ کے تجربات کی بنا پر جاری کی جا رہی ہیں۔ ان کا اگر فی الحال اجنبیت کی وجہ سے خوشی اور مسرت سے استقبال نہیں کر رہے تو حیرت و استعجاب کے ساتھ انہیں اختیار کر رہے ہیں۔

شاہ کابل قبل ازیں کئی ایک نئے احکام جاری فرما چکے ہیں۔ مثلاً یہ کہ تعظیم کے لئے سینہ پر ہاتھ رکھکر جھکنے کی بجائے یورپین طریق پر ٹوپی اٹھالی جائے۔ مجلس شوریٰ کی ممبری کے لئے کوئی سرکاری ملازم کھڑا نہ ہو۔ اور اگر کھڑا ہو۔ تو ملازمت سے مستعفی ہو جائے۔ تعلیم نسواں پر زور دیا جائے۔ اور لڑکیوں کو موجودہ تعلیم سے بہرہ ور کیا جائے۔

رعایائے کابل نے ان سب باتوں پر عمل کرنے کے لئے پوری پوری آمادگی ظاہر کی ہے۔ بلکہ عمل شروع بھی کر دیا ہے۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ اہل کابل اپنے جواں بخت اور جواں سال بادشاہ کی ہر قسم کی تجاویز اور احکامات پر عمل کرنا اپنی ترقی کے لئے ضروری سمجھتے ہیں اور اس کے لئے اپنے صدیوں کے رسم و رواج کو ترک کر کے مغربی طریق عمل اختیار کرنے میں انہیں کوئی تردد نہیں۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ کابلی علماء جو اپنے منشاء کے خلاف ذرا سی بات دیکھکر بھی خواہ وہ شریعت حقہ کے رُو سے جائز ہی ہو۔ ملک میں فتنہ و فساد اور بغاوت و شورش کی آگ لگا دینا اپنے بائیں ہاتھ کا کرتب سمجھتے تھے۔ وہ یا تو اب اس قدر بدل گئے ہیں۔ کہ وہ پشت ہا پشت کی تنگ خیالی اور کوتہ اندیشی کو چھوڑ کر نئی تہذیب اور مغربی تمدن کے دلدادہ ہو گئے ہیں یا پھر ہز مجسٹی شاہ کابل کو اس قدر رعب اور اتنی شوکت حاصل ہے۔ کہ علماء اور پیروں کا فتنہ انگیز طبقہ اپنے آپ کو بالکل بے دست و پا سمجھکر گوشۂ گمنامی میں منہ چھپائے پڑا ہے۔

جہاں تک واقعات کا تعلق ہے۔ یہ دوسری بات ہی صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اور روز بروز اسی کی تصدیق ہوتی جا رہی ہے حال ہی میں افغانستان میں جو جشن آزادی و استقلال منایا گیا۔ اور لوئی جرگہ کا اجلاس منعقد کیا گیا ہے۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اس جلسہ کے افتتاح کے وقت مجمع میں ایک سو سے زیادہ افغانی خواتین بھی شریک تھیں جن میں سے نصف کے قریب یورپ کی تازہ ترین وضع کا لباس پہنے ہوئے تھیں۔ اور جشن میں داخلہ کی اجازت صرف انہیں کو تھی۔ جو یورپین لباس میں ملبوس ہوں۔

نامہ نگار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" نے جشن اور جرگہ کے اجلاس کی نہایت دلچسپ کیفیت لکھی ہے۔ جس میں ذکر ہے۔

۲۸ اگست کو نغمان میں سات صد اشخاص کو یورپین فیشن کے کالے سوٹ پہنائے گئے۔ یہ ان کے لئے ساری عمر میں پہلا موقعہ تھا۔ اور جو طریق تبدیلئے لباس کے لئے اختیار کیا گیا۔ وہ بھی نہایت پُرلطف تھا۔ پولیس نے شاہ کابل کے حکم خاص سے ان لوگوں کو ایک ہال میں پہونچایا۔ اور وہاں انہیں حکم دیا۔ کہ وہ اپنے ڈھیلے ڈھالے پاجامے اور کرتے اُتار دیں۔ چپلیاں پھینک دیں پگڑیاں کھول دیں۔ کمر بند نکال دیں۔ اور سیاہ فراک پتلون اور کوٹ پہنیں۔ اور سر پہ نئے فیشن کی افغانی ٹوپی رکھیں۔

جب اس قدر تغیر کیا جا چکا۔ تو ہز مجسٹی نے ایک اور قدم آگے بڑھایا۔ اور وہ یہ کہ حجام بلائے گئے۔ اور جو لوگ آمادہ ہو سکے ان کی ڈاڑھیاں یا تو بالکل صاف کرا دی گئیں۔ یا چھوٹی کروا دی گئیں۔

افغانستان کی سرزمین میں یہ تغیر کوئی معمولی تغیر نہیں ہے بہت بڑا تغیر ہے۔ اور جہاں روز بروز اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اور ارکان حکومت کے علاوہ رعایا اس بارے میں دلچسپی لے رہی ہے وہاں اس سے یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ بیچارے مولوی ملا نے اپنی عافیت اسی میں سمجھتے ہیں۔ کہ دم بخود ہو کر بیٹھے رہیں۔ اور چشم حیرت سے ان حالات کو دیکھیں۔ ایسی حالت میں بھی چونکہ ان کی طرف سے پورا اطمینان نہیں۔ اس لئے شاہ کابل نے نہایت دور اندیشی سے یہ قانون بھی نافذ فرما دیا ہے۔ کہ کوئی ملا بغیر لائسنس حاصل کئے کسی جگہ وعظ نہ کرے۔

یورپین طریق عمل کی تقلید میں خواہ کتنے ہی خطرات پنہاں ہوں لیکن جاہل اور کوتہ اندیش ملانوں کے قبضہ سے لوگوں کا آزاد ہونا ایک خوش کُن بات ہے۔

مسلمانوں میں بے روزگاری

پنجاب کے محکمہ پولیس کی شائع شدہ رپورٹ مظہر ہے۔ کہ آج کل کے رنگروٹ کانسٹیبلوں میں انٹرنس پاس نوجوانوں کی کافی تعداد موجود ہے۔ اور کئی ایک ایف اے کی سند بھی رکھتے ہیں ایک دو صاحب گریجوایٹ بھی ہیں۔

ہندوؤں کی طرف سے بارہا یہ شور مچایا گیا ہے۔ کہ پنجاب پولیس کے جونیر ملازمین میں ہندوؤں کا عنصر بہت کم ہے۔ اور گورنمنٹ نے اس شکایت کو رفع کرنے کے لئے ہمیشہ آمادگی کا اظہار کیا ہے، چنانچہ گذشتہ سال فسادات لاہور کے موقعہ پر جب ہندوؤں نے یہی واویلا کیا۔ تو گورنمنٹ نے ہندو نوجوان پولیس میں بھرتی کرنے کے لئے طلب کئے لیکن باوجود انتہائی کوشش کے ان پڑھ ہندو نوجوان بھی کانسٹیبل بھرتی ہونے پر رضامند نہ کئے جا سکے بات یہ ہے۔ ہندو چونکہ تجارت کا کوئی ادنےٰ سے ادنےٰ کام کرنے میں بھی عار نہیں سمجھتے۔ اور نہایت معمولی سرمایہ سے معقول آمدنی پیدا کر لیتے ہیں۔ مگر مسلمان دوکان پر بیٹھکر یا بازار میں کوئی فروخت کی چیز لے کر بیٹھنے کو باعث ذلت خیال کرتے ہیں اس لئے انھیں معمولی مشاہروں پر ملازمت کر کے زندگی کے دن پورے کرنے پڑتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ ہندو عام طور پر مسلمانوں سے زیادہ خوشحال اور مالدار ہیں۔

کاش مسلمان تجارت کی طرف متوجہ ہوں۔ جو ایسا شریفانہ پیشہ ہے۔ کہ خود بانئ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک وقت اسے اختیار کیا۔ اور آپ کے بڑے بڑے جلیل القدر صحابی اس پر عمل پیرا رہے۔

پنجاب پولیس میں تعلیم یافتہ نوجوان

جیسا کہ پہلے ذکر آ چکا ہے۔ پنجاب پولیس میں اب تعلیم یافتہ نوجوان بطور کانسٹیبل بھرتی ہو رہے ہیں۔ اگرچہ یہ امر اس پہلو سے افسوسناک ہی ہے۔ کہ پنجاب میں بے کاری نے نوجوانوں کو نہایت قلیل تنخواہوں پر معمولی ملازمتیں کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ لیکن ایک طرح خوشکن بھی ہے۔ پولیس میں عام طور پر غیر تعلیم یافتہ اور اُجڈ لوگ بھرتی کئے جاتے ہیں۔ اور چونکہ وہ اچھی طرح تربیت یافتہ نہیں ہوتے۔ اور شرفاء سے معاملات کرنے کا موقع اُنھیں بہت کم ملا ہوتا ہے

اس لئے وُہ ان لوگوں سے جنہیں پولیس سے واسطہ پڑتا ہے۔ کوئی اچھا سلوک نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ عام طور پر پولیس کو لوگ اپنا خیر خواہ سمجھنے کی بجائے ایک ہوّا سمجھتے ہیں۔ اگر پولیس مین تعلیم یافتہ ہونگے تو ایک طرف تو پبلک کے ساتھ عمدہ سلوک کریں گے۔ دُوسری طرف اپنے فرائض عمدگی سے بجالاکر پبلک میں محکمہ پولیس کی عزت قائم کرینگے ٭

غریب ہندوستان کی فضول خرچی

ہندوستان اس قدر مفلس اور نادار ملک ہے۔ کہ اس میں اوسط آمدنی فی کس ایک آنہ سے بھی کم ہے۔ لیکن باوجود اس غربت و افلاس کے ہندوستانیوں کی فضول خرچی اور تضیع اموال کا یہ عالم ہے۔ کہ سنہ ۲۷-۱۹۲۶ء میں غیر ممالک سے ایک ارب اسی کروڑ گز کپڑا مالیتی ۵۵ کروڑ روپیہ ہندوستان میں فروخت کے لئے آیا۔ اس کے علاوہ سنہ ۱۹۲۶ء میں ۴۴۵۲۱۲۸۴۵ روپے کا تمباکو۔ ۱۴۷۵۵۷۶- روپے کے کھلونے۔ ۳۰۵۹۲۵۶ روپے کے جوتے۔ ۳۰۰۴۶۴۳ روپے کے جواہرات اور ۲۴۴۶۳۸۳۱ روپے کا صابن ہندوستان میں صرف برطانیہ سے بھیجا گیا۔

ان اعداد و شمار سے ظاہر ہے۔ کہ ہندوستان میں باوجود غربت اور افلاس کس قدر روپیہ فضول اشیاء مثل تمباکو کھلونے اور صابن وغیرہ پر خرچ کیا جارہا ہے۔ اور ایسا کرنے والے ہندوستانی یہ مطلقاً نہیں سوچتے۔ کہ ان کے لاکھوں کروڑوں بھائی بند اور برادران وطن پیٹ بھرنے کے لئے چنے اور تن ڈھانکنے کے لئے چیتھڑا تک مہیا نہیں کرسکتے ٭

ہندوستانی جب تک تجارت میں ترقی کرنے کے ساتھ کفایت شعاری اور ملکی اشیاء کی حوصلہ افزائی کرنا نہیں سیکھتے۔ یہ ملک تہذیب یافتہ اور متمدن ممالک کی صف میں کھڑا نہیں ہوسکتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل ہنود اس لحاظ سے بہت ترقی یافتہ ہیں۔ لیکن جب تک وہ مسلمانوں کو بھی پنپنے کا موقعہ نہ دیں گے۔ وُہ اکیلے کبھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے ٭

غیر مُبائعین اور مقبرہ بہشتی

پیغام صلح کے آخری ہی نمبر میں لکھا گیا ہے:-

"حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ......

... جہاں تبلیغ و اشاعت دین کو جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض بتایا ......

...... وہاں مستقل ماہوار چندے اور اپنے اموال کے ۱/۱۰ حصہ یا کم از کم ۱/۳ کو اشاعت و تبلیغ دین کے لئے وصیت کرنے اور اسے اشاعت اسلام میں خرچ کرنے کی تاکید فرمائی" صفحہ ۱۵

لیکن کیا اہل پیغام بتاسکتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد پر وہ عمل پیرا ہیں۔ یہ تو انھیں معلوم ہی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسی وصیت کو مقبرہ بہشتی سے متعلق قرار دے کر لکھا ہے:-

"چونکہ اس قبرستان کے لئے بڑی بڑی بشارتیں مجھے ملی ہیں۔ اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا۔ کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے۔ بلکہ یہ بھی فرمایا۔ کہ انزل فیھا کل رحمۃ۔ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اُتاری گئی ہے۔ اور کسی قسم کی رحمت نہیں۔ جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں۔ اس لئے خدا نے میرا دل اپنی وحی خفی سے اس طرف مائل کیا۔ کہ ایسے قبرستان کے لئے ایسے شرائط لگا دئے جائیں۔ کہ وہی لوگ اس میں داخل ہوسکیں۔ جو اپنے صدق اور کامل راستبازی سے ان شرائط کے پابند ہوں۔ سو وُہ تین شرطیں ہیں۔ اور سب کو بجالانا ہوگا" اور منجملہ ان تین شرائط کے دوسری شرط یہ ہے۔ کہ ۱/۱۰ یا کم از کم ۱/۳ حصہ جائداد کی وصیت کی جائے ٭

لیکن بات یہ ہے۔ کہ اگر یہ لوگ وصیت کرکے اپنے لئے مقبرہ بہشتی میں جگہ حاصل کرلیتے۔ تو خدا تعالیٰ کا یہ کلام جو حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ نازل ہوا۔ کس طرح پورا ہوتا۔ آپ فرماتے ہیں:-

"اس وقت کے امتحان سے بھی اعلیٰ درجہ کے مخلص جنھوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کیا۔ دُوسرے لوگوں سے ممتاز ہوجائینگے اور ثابت ہوجائیگا۔ کہ بیعت کا اقرار انھوں نے سچا کرکے دکھلا دیا ہے اور اپنا صدق ظاہر کردیا۔ بیشک یہ انتظام منافقوں پر گراں گذریگا اور بعد موت وہ مرد ہوں یا عورت اس قبرستان میں ہرگز دفن نہیں ہوسکیں گے۔ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا"

اگر غیر مبائعین اسی ایک مسئلہ پر غور کریں۔ تو وُہ بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیصلہ کے مطابق وُہ کہاں تک راہ راست پر ہیں ٭

ہندوستانی نوجوانوں کی تباہی انگلستان میں

معزز معاصر ہمدم کے ایک نامہ نگار نے ان ہندوستانی نوجوانوں کے جو ولایت تعلیم حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ لیکن ان میں سے بہت سے عیش و عشرت میں پڑکر تباہ ہوجاتے ہیں۔ نہایت دردناک حالات شایع کرائے ہیں اور لکھا ہے "میں تمام ہندوستانیوں اور خاصکر والدین کے سامنے یہ بیان کردینا چاہتا ہوں۔ کہ یہاں بہت سے ایسے صاحبزادے ہیں۔ جن کا بغیر کسی سرپرست کے رہنا مخدوش ہے"۔

اس میں ذرا بھی کلام نہیں۔ کہ نوجوانوں کے ولایت کی آزادی کے اثرات سے متاثر ہوکر تباہ و برباد ہونے کے واقعات اس کثرت سے رونما ہو رہے ہیں۔ کہ تمام ان والدین کو جو اپنے بچوں کو حصول تعلیم کی خاطر ولایت بھیجنا چاہیں۔ اُنکا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اور خاصکر مسلمان والدین کو تو ضرور اس امر کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ معتبر اور قابل وثوق اصحاب انکے بچوں کی سرپرستی منظور کرلیں۔ اور اس امر کا قابل اطمینان انتظام کرنیکے بعد بچوں کو بھیجنا چاہیئے ٭

اگرچہ ہمارے مبلغین مقیم انگلستان کو تبلیغی امور کی وجہ سے نہایت مصروفیت کی زندگی بسر کرنا ہوتی ہے۔ لیکن قوم کے نوجوانوں کو کارآمد بنانا بھی ایک بہت ضروری اور اہم کام ہے۔ اس لئے اگر ان سے اس بارے میں امداد کی خواہش کی جائے۔ تو امید ہے۔ وُہ دریغ نہیں کریں گے ٭

لاوارث عورتوں اور بچوں کی حفاظت

کچھ عرصہ ہوا حضرت امام جماعت احمدیہ نے مسلمانوں کو ان لاوارث عورتوں اور بچوں کی حفاظت کی طرف توجہ دلائی تھی۔ جو کسی نہ کسی وجہ سے گھر سے بے گھر ہوجاتے یا کسی اتفاقی حادثہ کی وجہ سے لاوارث رہ جاتے ہیں۔ اس بات کی ضرورت روز بروز زیادہ بڑھ رہی ہے۔ کیونکہ ایسی عورتوں اور بچوں کو اپنے قبضہ میں کرنے کا آریہ سماجیوں نے وسیع جال پھیلایا ہُوا ہے۔ اور آئے دن اس قسم کے افسوس ناک واقعات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ معاصر الامان دہلی نے دہلی کا ایک تازہ واقعہ شائع کیا ہے۔ جو یہ ہے:-

"مسمات نتھیا زوجہ منشی خاں ساکن ضلع گوڑگانواں اپنے ایک رشتہ دار کے یہاں گلی سموساں فراش خانہ میں آئی تھی۔ اس کے ساتھ تین نابالغ لڑکے تھے۔ جن میں سے سب سے بڑے کی عمر ۸ سال کی ہے۔ آریوں نے اس کو ورغلایا۔ اور جبراً نیا بازار آشرم یا کسی اور مقام میں اشدھ کرنے کے نام سے اس کو بند رکھا۔ آخر یہ کسی طرح سے وہاں سے نکل کر آگئی۔ اور تھانہ حوض قاضی میں رپورٹ لکھانے گئی۔ تو بعض ہندو سپاہیوں نے اسے دھمکایا۔ اور تین گھنٹے تک اسے بٹھائے رکھا۔ کہ کسی طرح یہ واپس چلی جائے۔ یہاں تک کہ جب انچارج کوتوالی آئے۔ تو اس غریب کی رپورٹ درج ہوئی۔ اب صدر کوتوالی میں تحقیقات ہو رہی ہے۔ اور نئے بانس کے کئی ہندوؤں کو بلایا گیا ہے۔"

(۲۳ اگست سنہ ۱۹۲۸ء)

اسی قسم کے ایک اور واقعہ کا بھی اسی پرچہ میں ذکر کیا گیا ہے ٭

جہاں ہم آریہ سماجیوں کی اس قسم کی شرمناک حرکات کے خلاف آواز بلند کرتے ہُوئے حکام کو ان کی پوری نگرانی کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ وہاں مسلمانوں سے بھی یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ خواب غفلت سے بیدار ہوں۔ اسلام کی تبلیغ کے ذریعہ غیر مذاہب کے افراد کو مسلمان بنانا تو بڑی بات ہے مسلمان عورتوں اور بچوں کو تو غیر مسلموں کے پنجہ ظلم و ستم سے بچانے کا انتظام کریں۔ ہر بڑے شہر اور قصبہ میں ایسی انجمنیں مقرر کریں۔ جن کے ممبر لاوارث عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے فرائض انجام دیں۔

پنجاب یونیورسٹی کے دیوبندی ممتحن

اس سال پنجاب یونیورسٹی کی مولوی فاضل کلاس کا جو افسوسناک انجام ہوا اس کے متعلق ہم قبل ازیں اظہار رنج و ملال کر چکے ہیں۔ لیکن اخبار مہاجر دیوبند بھی اس بارے میں ہمارے ساتھ متفق ہے۔ اور چونکہ وہ مقامی لحاظ سے ان اصحاب کی شخصیت کے متعلق کافی واقفیت رکھتا ہے۔ جو مولوی فاضل کلاس کے بعض پرچے دیکھتے ہیں۔ اس لئے اس کی رائے خاص قیمت رکھتی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

"پنجاب یونیورسٹی کے مولوی فاضل کلاس کے متعلق عرصہ سے یہ شکایت ہے۔ کہ اس کے نتیجے میں نہایت سخت گیری کی جاتی ہے۔ اور امسال کا نتیجہ تو اس درجہ مایوس کن اور غیر آئینی ہے کہ اس سے یونیورسٹی کی ذمہ دارانہ حیثیت پر کاری ضرب لگتی ہے۔ اس معصیت کا کیا ٹھکانا ہے کہ پچھتر لڑکوں میں صرف پندرہ کامیاب ہوئے ہیں۔ اور سند نوازی کی اس افسوسناک قلت کے باوجود کیفیت کی یہ حالت ہے کہ پندرہ طالب علموں میں اکثر تھرڈ ڈویژن کے قعر مذلت میں پھینک دئے گئے ہیں۔"

"یونیورسٹی اور اس کے ممتحنین کے لئے تو بہر کیف مقام شرم ہے۔ غریب مفلس بچوں کا اس بیدردی سے گلا گھونٹنا کہاں کی انسانیت ہے۔ کیا وہ اپنی سادہ لوحی سے بہت سا روپیہ بہت سا وقت۔ بہت سا دماغ صرف اس لئے صرف کرتے ہیں۔ کہ ان کی یہ تمام جدوجہد حضرات ممتحنین کی جبین ناخدا ترسی کی شکنوں میں لپٹ کر فنا ہو جائے۔"

اس کے بعد اس نے لکھا ہے:-

"دارالعلوم دیوبند کے ایک بزرگ بھی یونیورسٹی کے ممتحنین میں شامل ہیں۔ اور غالباً ادب و دینیات کے دو پرچے آپ کے تحویل میں ہیں۔ ان کی خدمت میں ہماری مؤدبانہ گذارش ہے۔ کہ وہ اپنے پنجوں کی نہایت ہی سخت پکڑ کو کم سے کم یونیورسٹی کیلئے ڈھیلا چھوڑ دیں۔ ہمارے خیال میں ان کی تنگ نظری اور تلخ مزاجی دارالعلوم کے احاطہ تک ہی محدود رہنی چاہئیے۔"

یہ بھی اعلان کیا ہے۔ کہ حدیث کا پرچہ بھی ایک اور دیوبندی بزرگ دیکھا کرتے ہیں۔ جو دیوبندیوں کا دیگر فرقوں کے مسلمانوں سے کینہ اور عداوت محتاج بیان نہیں۔ اور وہ دینیات و حدیث کے پرچہ میں اس قسم کے سوالات دیتے ہیں جن کے جواب ان کے خیالات کے مطابق نہ ہوں۔ اور طالب علم حدیث کی اعلیٰ قابلیت رکھنے کے باوجود صرف اپنے عقیدے کے مطابق تشریح کرنے کی وجہ سے کامیاب نہ ہو سکیں۔ اس وجہ سے ہم نے یونیورسٹی کو اس نہایت اہم امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ وہ عربی کے ایسے پرچے جن میں مختلف فرقوں کے عقائد کا سوال پیدا ہوتا ہو کسی غیر متعلق اور منصف مزاج عربی کے عالم کے سپرد کرے تاکہ بہت سے طلباء کی زندگیاں کسی متعصب ممتحن کی وجہ سے تباہ ہونے سے محفوظ رہیں۔

اشارات

خواجہ کمال الدین صاحب ایک عرصہ سے بیمار ہیں۔ اور اب تو ان کی بیماری بقول ان کے نہایت خطرناک صورت اختیار کر چکی ہے۔ ایسی حالت میں ہر شریف انسان کے دل میں ان کے متعلق ہمدردی کے جذبات پیدا ہوں گے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ خواہش ہوگی۔ کہ اگر ان کی تکلیف دور کرنے میں کسی طرح کچھ کیا جا سکے۔ تو اس سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔ لیکن ان کے دلی دوست اور وہ دوست جن کی شہرت اور جن کے کاروبار کی سرسبزی کلیتہً خواجہ صاحب کی رہین منت ہے۔ ان سے وہ سلوک کر رہے ہیں۔ جو ایسی حالت میں بدترین دشمن بھی اپنے دشمن سے نہ کریگا ؛

اس افسوسناک سلوک کا ذکر خواجہ صاحب نے جن دردناک الفاظ میں کیا ہے۔ وہ یاران بے وفا کی سردمہری اور بے مروتی کی عبرتناک تصویر آنکھوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ خواجہ صاحب ان لوگوں کی ایذا رسانی اور تکلیف دہی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"اصل میں تو یہ میرے مخلص احباب نامعلوم وجوہات کی بنا پر میری موت کی تمنا کر رہے تھے۔ لیکن گذشتہ مئی میں جب میرے طبی مشیر نے ان لوگوں کی امیدوں کے خلاف یہ رائے ظاہر کی۔ کہ گو میری صحت نازک حالت میں ہے۔ لیکن اصل خطرہ باقی نہیں رہا۔ تو انہوں نے مجھ پر بجائے جسمانی موت کے اخلاقی موت وارد کرنے کی سازش کی۔ اور اخبارات میں مجھ پر جھوٹے الزامات لگا کر ایک باقاعدہ جنگ جاری کر دی۔"

الزامات جھوٹے ہوں یا سچے۔ ان کے لئے مولوی محمد علی صاحب کی رائے اور مشورہ سے (ان لوگوں کا دعوےٰ ہے کہ وہ کوئی کام بغیر مشورہ نہیں کرتے) جو موقعہ منتخب کیا گیا ہے۔ وہ ان لوگوں کے مفاد کے لحاظ سے خواہ کتنا ہی موزوں ہو۔ لیکن شرافت اور انسانیت کے لحاظ سے نہایت ناپسندیدہ بلکہ شرمناک ہے۔

ممکن ہے خواجہ صاحب کے یہ مخلص احباب کہیں جو موقعہ انہوں نے خواجہ صاحب کے کیریکٹر کو بدنام کرنے اور ان پر اخلاقی موت وارد کرنے کی سازش کرنے کیلئے منتخب کیا۔ اسے ناموزوں قرار دینا۔ اور ان کی مجبوریوں کا کچھ خیال نہ کرنا یک طرفہ فیصلہ ہے۔ ذرا اتنا ہی دیکھ لیا جاتا۔ کہ جس شخص کی موت کا نہایت بیتابی کیساتھ انتظار کیا جا رہا ہو۔ وہ اگر باوجود ذیابیطس اور سل کے دوہرے حملے کے انتہائی جانکاہ واقعہ ہو کہ ۱۹۲۳ء میں بیمار ہو کر ۱۹۲۸ء تک نہ صرف زندہ ہے۔ بلکہ صحت کی طرف قدم بڑھانا شروع کر دے۔ تو انتظار کرنے والوں کی کیا حالت ہونی چاہئیے۔ اور پھر جبکہ ان مخلص احباب میں جتنے کے جتنے ڈاکٹر ہیں۔ بقول ڈاکٹر محمد یعقوب خان صاحب وہ خواجہ صاحب کو موجودہ تکلیف بیماری سے نجات دلانے کی پوری کوشش کرتے رہے ہیں۔ اپنی کوشش میں ناکام رہ کر کیوں ان پر رنج والم کا کوہ گراں نہ گر پڑتا۔

یونہی سہی۔ لیکن جہاں اتنا عرصہ پہلے انتظار کی زحمت گوارا کی گئی تھی۔ وہاں کچھ عرصہ اور صبر سے کام لیتے۔ تا خواجہ صاحب کو جیتے جی ایسا دردناک بیان نہ شائع کرنا پڑتا جسے پڑھ کر پتھر دل بھی پگھل جائے۔

خواجہ صاحب کو اپنے ان مخلص احباب کے سلوک سے جس قدر صدمہ ہوا۔ وہ تو اسی سے ظاہر ہے۔ کہ انہیں جس قدر صحت ہوئی تھی وہ سب جاتی رہی۔ الٹا اختلاج قلب اور ضعف دل کی علامات شروع ہو گئیں۔ اور خواجہ صاحب کے متعلقین کو بھی رنج پہنچنا لازمی امر ہے۔ لیکن جن لوگوں نے اپنے روحانی پیشوا اور اس کے خاندان سے جس کے ہر فرد کے متعلق خدا تعالیٰ کی بشارتیں موجود ہیں۔ خطرناک غداری کی ہو۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جو کچھ بھی کریں۔ کم ہے۔

"پیغام" نے "الفضل" کی نقل میں ایک خاص نمبر شائع کرنے کا اعلان کر دیا۔ (اس بھونڈی نقل کا جو حشر ہوا۔ اس کا کسی قدر ذکر پہلے آ چکا ہے)۔ لیکن اس کیلئے یہ بھی ضروری تھا کہ جلسے ہوں۔ "پیغام" کی خوش قسمتی سے میلاد النبی کی مجلسوں کی تقریب نزدیک تھی۔ جھٹ اپنے اس موقعہ پر جلسوں کا اعلان کر دیا۔ اور فائدہ یہ سمجھا۔ کہ اس موقعہ پر جلسے تو ہوتے ہی ہیں انہیں اپنی تحریک کا نتیجہ قرار دے لیا جائیگا۔ لیکن ان تہی دستان قسمت کو اس داؤ پیچ سے بھی کچھ نہیں ہاتھ آیا۔ ان کی تحریک کے جلسے منعقد ہونے تو الگ رہے۔ تین چار مقامات کے سوا کہیں ان کے کسی آدمی کو لیکچر دینے کا موقعہ بھی نہیں ملا۔ باوجود اس کے ڈھٹائی کا یہ عالم ہے۔ کہ "پیغام" "طول و عرض ہند میں شاندار جلسے" کا ہیڈنگ رکھ کر لکھتا ہے:-

"ہر مقام پر مقامی اصحاب نے لیکچروں کا انتظام کیا۔ جن کی تفصیل بعد میں درج کی جائیگی۔"

معلوم نہیں "بعد" سے "پیغام" کی کیا مراد ہے۔ کیونکہ اس اعلان کے بعد جو پرچہ شائع ہوا ہے۔ اس میں تفصیل تو الگ رہی ان "شاندار جلسوں" کا مجمل ذکر بھی نہیں۔ جو بقول "پیغام" "طول و عرض ہند میں" منعقد ہوئے۔

ہاں راولپنڈی کے جلسہ کا دوسری بار ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ وہ جلسہ ہے جس میں ایک چھوٹے سے سانپ نے نکل کر قیامت برپا کر دی تھی۔ اور وہ مجمع جو بالفاظ پیغام ہزاروں کی تعداد میں تھا۔ اس طرح سراسیمہ ہو کر بھاگا۔ کہ کسی کو سر پیر کی خبر نہ رہی۔ ہر ایک کی یہ کوشش تھی کہ وہ مردوں کو دھکیل کر آگے نکل جائے۔ سنا ہے کئی ایک کو چوٹیں بھی آئیں۔ جو جلسہ منعقد کرنے والوں کی جان کو رو رہے ہیں ؛

"پیغام" جس نے محض دشمنی اور عداوت کے باعث ۱۷ جون کے جلسوں کی تحریک کو ناکام بتایا تھا۔ حالانکہ ہندوستان کے طول و عرض میں ایسے کامیاب جلسے ہوئے تھے جن کی نظیر نہیں ملتی۔ اسے اور اس کے امام ایدہ اللہ" کو خدا تعالیٰ نے دکھا دیا۔ کہ ناکامی اور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

اشاعت اسلام کیلئے بیش از پیش قربانیاں کرو

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۷ ستمبر ۱۹۲۸ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

ہماری جماعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے

دین کی اشاعت

کے لئے کھڑا کیا ہے۔ اور احمدیوں کی مثال چوکیداروں کی ہے۔ جو حفاظت کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں۔ چوکیداروں کا یہ کام نہیں ہوتا کہ وہ اس امر پر شکوہ کریں۔ کہ دوسرے لوگ ان کے ساتھ ملکر پہرہ نہیں دیتے۔ چوکیدار مقرر ہی اس لئے کئے جاتے ہیں۔ کہ پہرہ دیں۔ اور لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کریں۔ اسی طرح ہماری جماعت کو اس معاملہ میں کسی

شکوہ کی گنجائش نہیں

یا گنجائش نہیں ہونی چاہیئے۔ کہ باقی لوگ اسلام کی اشاعت کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اگر ساری کی ساری دنیا اشاعت اور

حفاظت اسلام سے غافل

ہو جائے۔ اور عملاً غافل ہے۔ تب بھی ہماری جماعت کے لوگوں کا فرض ہے۔ کہ اسلام کی حفاظت کریں۔ اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں بطور حق کے ہم یہ کسی اور سے نہیں کہہ سکتے۔ صرف اپنی جماعت کے لوگوں سے ہی کہہ سکتے ہیں۔ قرآن کریم میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فاستقم کما امرت ومن تاب معک۔ کہ تم اشاعت اسلام کے کام پر قائم ہو جاؤ۔ اور وہ جو تمہارے ساتھ اس کام میں شامل ہوئے ہیں۔ پس جو لوگ ساتھ شامل ہوں۔ ان پر ہی حق ہو سکتا ہے۔ دوسروں کی اپنی مرضی ہوتی ہے۔ کہ اگر وہ اپنے فوائد اس میں دیکھیں۔ اور ان کا جی چاہے۔ تو شامل ہو جائیں۔ پس ہماری جماعت کو کبھی خیال بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ دوسری قومیں کیا کر رہی ہیں۔ اور کیا نہیں کر رہیں۔ اسلام کے متعلق ہمیں خدا تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کرنی ہے۔ مذہب کسی پارلیمنٹ سے تعلق نہیں رکھتا۔ کہ اس کے سامنے قومی طور پر ہمیں جواب دینا ہو۔ مذہب میں ہر شخص پر

علیحدہ علیحدہ ذمہ واری

عائد ہوتی ہے۔ اس لئے جس طرح غیراز جماعت لوگوں سے امداد کے لئے کسی قسم کی توقع رکھنا ناجائز ہے۔ اسی طرح مذہب یہ بھی اجازت نہیں دیتا۔ کہ آپس میں ایک دوسرے کے متعلق یہ کہیں۔ کہ یہ فلاں کا کام ہے۔ ہمارا نہیں ہے۔ اسلام نے شرک کو بالکل مٹا دیا ہے۔ اور انسان اور خدا کے درمیان سے ہر چیز کو ہٹا دیا ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو دنیا میں

نبیوں کی عظمت

قائم کرتا ہے۔ عیسائی ہیں۔ تو وہ نبیوں کے گناہ گنتا نے اور انہیں کمزوریوں سے پر بتاتے ہیں۔ ہندو ہیں۔ تو وہ کئی قسم کے گناہ روحانی راہ نماؤں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہی حال دوسرے مذاہب کا ہے۔ صرف اسلام ہی ہے۔ جو یہ کہتا ہے۔ کہ خدا کے نبی معصوم ہوتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے کہ اسلام ہی ایسا مذہب ہے۔ جو نبیوں کی عظمت قائم کرتا ہے۔ اسلام ہی یہ بھی کہتا ہے۔ کہ

انبیاء کی بعثت

اس لئے نہیں ہوتی۔ کہ وہ خدا اور انسان کے تعلق میں روک بن جائیں۔ خدا اور بندے کے درمیان حائل ہو جائیں۔ بلکہ ان کو ہادی اور راہ نما قرار دیتا ہے۔ اور انہیں ایسا ہی بتاتا ہے۔ جیسا کہ پہریدار رستہ پر راہ نمائی کرنے والے کھڑے کردئے جائیں۔ وہ رستہ بند کرنے کے لئے کھڑے نہیں ہوتے۔ بلکہ رستہ دکھانے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ

بندہ اور خدا کے درمیان

روک نہیں ہوتے۔ بلکہ خدا سے ملانے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ اب قابل غور بات یہ ہے کہ جب انبیاء بھی ہمارے اور خدا کے درمیان کھڑے نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ہمارا براہ راست خدا تعالیٰ سے تعلق ہے۔ تو ہمارا ہی کوئی بھائی جو دین کے معاملہ میں سست ہو۔ وہ ہمارے راستہ میں کس طرح روک بن سکتا ہے۔ پس جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ فلاں جماعت جب سستی اختیار کئے ہوئے ہے۔ تو ہم دین کے کام میں کیوں حصہ لیں۔ سخت ناروا فعل کرتا ہے۔ ہمیں کسی کی سستی کی طرف نظر نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ جو لوگ چست ہوں۔ ان کی طرف دیکھنا چاہیئے

مومن کی نظر

نیچے کی طرف نہیں جاتی۔ بلکہ اونچائی کی طرف جاتی ہے۔ وہ یہ دیکھتا ہے۔ کہ مجھ سے زیادہ نیکی کرنے والے کون ہیں تاکہ میں ان سے آگے بڑھنے کی کوشش کروں۔ یہ نہیں دیکھتا کہ پیچھے رہنے والے کون ہیں۔ تاکہ میں بھی ان کے ساتھ پیچھے رہوں۔ قرآن کریم میں مومنوں کا نام سابقون رکھا گیا ہے۔ یعنی ایک دوسرے سے مقابلہ کرکے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے والے۔ کہیں قرآن نے یہ نہیں کہا۔ کہ مومن پیچھے رہنے والے ہوتے ہیں۔ بلکہ یہی کہا ہے۔ کہ مومن ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پس

ہر مومن کو یہ دیکھنا چاہیئے

کہ کون کون سے لوگ چست ہیں۔ تا کہ ان سے آگے بڑھنے کی کوشش کی جائے۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت میں بڑھا ہوا ہے۔ تو اس کی طرف دیکھے۔ اور اسی کی طرح خود عبادت میں ترقی کرنے کی کوشش کرے۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت میں بڑھا ہوا ہے۔ تو اس کی طرف اس لئے دیکھے۔ کہ میں بھی اسی طرح دین کی خدمت کروں۔ اگر کوئی جان کی قربانی میں بڑھا ہوا ہے۔ تو اس کی طرف اس لئے دیکھے۔ کہ میں بھی اس کی طرح ترقی کروں۔ اگر کوئی مالی قربانی میں بڑھا ہوا ہے۔ تو اس کی طرف اس لئے دیکھے۔ کہ میں بھی مالی قربانی میں بڑھوں۔ غرض مومن یہ دیکھتا ہے۔ کہ کون کون کس کس بات میں چست ہے۔ نہ یہ کہ کون کون سست ہے۔

مگر میں نے دیکھا ہے۔ کئی لوگ بعض کو آپ ہی بڑا قرار دے لیتے ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں۔ فلاں بڑے آدمی میں یہ یہ کمزوری ہے۔ ہم کیا کریں۔ میں کہتا ہوں

دین کے لحاظ سے بڑا

وہ ہے۔ جسے خدا بڑا قرار دیتا ہے۔ اگر دین میں بھی بڑا وہ ہے جس کے پاس مال و دولت زیادہ ہو۔ یا علم زیادہ ہو۔ تو پھر دین اور دنیا میں فرق کیا رہا۔ دین میں بڑا وہی ہے۔ جو بڑا عارف ہے۔ اور جو عارف ہو۔ اس کے متعلق یہ کہنا۔ کہ وہ دین میں سست ہے۔ اس سے بڑھکر جہالت کیا ہوگی۔ پس اول تو یہ کہنا۔ کہ فلاں دین کے لحاظ سے بڑا ہے۔ مگر سست ہے۔ یہی جہالت کی بات ہے۔ دینی لحاظ سے وہ بڑا ہو ہی کس طرح سکتا ہے۔ جو دین میں سست ہو۔ لیکن اگر کسی کے نزدیک جو بڑا ہے۔ وہ سست ہے۔ تو اسے اس کی طرف نہیں دیکھنا چاہیئے۔ بلکہ ان کی طرف دیکھنا چاہیئے۔ جو چست ہوں۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا۔ اسلام میں کون سے خاندان بڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ وہی بڑے ہیں جو جاہلیت کے زمانہ میں بڑے تھے۔ بشرطیکہ تقوے میں بڑے ہوں

پس بڑائی وہی ہے۔ جسے انسان خدا تعالےٰ سے حاصل کرے۔ اور بڑائی وہی ہے جو آسمان سے نازل ہو جب یہ بڑائی ہے۔ تو جو سب سے زیادہ دین کی خدمت کریگا۔ دین کے لئے قربانی کریگا۔ وہی بڑا ہوگا۔ اور اسی کی تقلید دوسروں کو کرنی چاہیئے ؂

پس میں

دوستوں کو نصیحت

کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے اپنے مقام پر جاکر جماعتوں کو سنبھالنے اور چست بنانے کی کوشش کریں۔ ان میں زندگی کی روح پیدا کریں۔ اور انہیں بتائیں کہ مومن کا معیار آگے والے کی طرف دیکھنا ہوتا ہے۔ دنیادار قربانی کرنے کے وقت پیچھے کی طرف دیکھتے ہیں۔ اور شکریہ کے وقت آگے کی طرف۔ قربانی کرنے کے وقت تو وہ یہ دیکھتے ہیں۔ کہ کون پیچھے رہا ہے۔ تاکہ وہاں جا کھڑے ہوں۔ لیکن شکریہ کے وقت کہتے ہیں۔ فلاں فلاں کریں جن کو خدا نے سب کچھ دیا ہے۔ ہمیں کیا دیا ہے۔ کہ ہم شکریہ کریں۔ مگر مومن اس کے الٹ کرتا ہے۔ جب شکر کرنے کا وقت ہوتا ہے تو پیچھے کو دیکھتا ہے۔ کہ مجھ سے کم کسے خدا نے کچھ دیا ہے۔ اور مجھے کس کس سے زیادہ دیا ہے لیکن جب قربانی کا موقعہ آتا ہے۔ تو آگے کی طرف دیکھتا ہے۔ کہ کس نے سب سے بڑھکر قربانی کی ہے۔ میں بھی اسی طرح کروں۔ یہ ایک

دیندار اور دنیادار میں فرق

ہے۔ اور جب تک یہ احساس دل میں پیدا نہ ہو۔ اور اللہ تعالےٰ کی محبت اس قدر نہ بڑھائی جائے۔ کہ جب قربانی کرنے کا موقعہ آئے۔ تو آگے کی طرف دیکھے۔ کہ کون کون بڑھ کر قربانی کرتے ہیں۔ اور جب شکر کا وقت آئے۔ تو پیچھے کی طرف دیکھے۔ کہ مجھ سے زیادہ کون کون تکلیف میں مبتلا ہیں۔ اس وقت تک نہ ایمان کامل ہوتا ہے۔ اور نہ آگے قدم بڑھانے کا موقعہ ملتا ہے ؂

میں دیکھتا ہوں۔ کئی لوگ غریب ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ ان کے دل کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں۔ اس لئے وہ پھٹے پرانے کپڑوں میں بھی

خدا کا شکر

کرتے اور خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اور ایک وہ ہوتے ہیں۔ کہ لاکھوں روپے کے مالک ہوتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے غم میں مبتلا ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہشت بھی انسان کے دل سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اور جہنم بھی دل سے ہی۔ بہت لوگ ہوتے ہیں۔ جن کے پیٹ میں روٹی کا ٹکڑا بھی نہیں گیا ہوتا۔ اور فاقہ سے ہوتے ہیں۔ لیکن منہ میں محبت اور شکرگذاری کے ساتھ

لذیذ کھانوں سے بھی زیادہ مزا

لیتے ہوئے خدا تعالےٰ کا شکر کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان کے سارے جسم پر کپڑا نہیں ہوتا۔ اور جو ہوتا ہے۔ پھٹا پرانا ہوتا ہے۔ مگر شکر ایسے محبت آمیز پیرائے میں کرتے ہیں۔ کہ گویا دنیا کی کوئی نعمت ایسی نہیں۔ جو انہیں میسر نہ ہو۔ ان کے مقابلہ میں وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو اعلیٰ درجہ کے کپڑے پہنے ہوتے ہیں۔ سر سے پیر تک ایک تماشہ بنے ہوتے ہیں۔ مگر زبان پر دکھ اور تکلیف کا اظہار ہی ہوتا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ جہنم بھی انسان کے اپنے دل سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ اور جنت بھی دل سے ہی۔ پس انسان

دوزخی اور جنتی

اپنے اعمال سے ہی بنتا ہے۔ دنیا کے مال و اموال اسے کچھ نہیں بناتے۔ ایک بڑے سے بڑا بادشاہ اپنے آپ کو دوزخی محسوس کرتا ہے۔ لیکن ایک گدائے بینوا اپنے آپ کو جنت میں پاتا ہے۔

بڑے بڑے بادشاہ

ہوتے ہیں۔ وہ اپنے سامنے بوتلوں میں پانی بھروا تے اور پھر ان پر مہریں لگواتے ہیں۔ اور ان بوتلوں سے نکال کر پانی پیتے ہیں۔ کھانا آتا ہے۔ تو پہلے باورچیوں، دوسرے نوکروں یا کتوں کو کھلاتے ہیں۔ بادشاہ سلامت بیٹھے انتظار کرتے ہیں۔ جب کچھ دیر گذر جاتی ہے۔ تب انہیں کھانا ملتا ہے۔ اب دیکھو ان کی بادشاہت کس کام کی۔ جبکہ ایک پل بھی انہیں آرام و اطمینان حاصل نہیں۔ ان کے مقابلہ میں

رسول کریم صلعم کی زندگی

کو دیکھو۔ چاروں طرف سے آپ دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ گھر میں مخالف موجود ہیں۔ یہودی پہلو میں بیٹھے ہیں۔ عیسائی ایک طرف شورش پر آمادہ ہیں۔ ایرانی حکومت دوسری طرف جان لینے کی کوشش کر رہی ہے۔ مگر آپ کو کوئی فکر اور کوئی غم نہیں۔ صحابہ اپنے طور پر جاتے۔ اور آپ کی حفاظت کے لئے پہرے دیتے۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے کوئی باڈی گارڈ نہیں رکھا تھا۔ کھاتے وقت آپ یہ نہ دیکھتے۔ کہ کون کھلاتا ہے حتیٰ کہ ایک یہودن نے دعوت کردی۔ اور کھانے میں زہر ملا دیا۔ آپ اس کے ہاں بھی کھانا کھانے کے لئے چلے گئے۔ جب آپؐ نے کھانے کے لئے لقمہ اٹھایا۔ تو خدا تعالےٰ نے آپ کو علم دیدیا۔ ایک صحابی پہلے لقمہ کھا چکے تھے۔ وہ فوت ہوگئے۔

غرض آپ کی حفاظت کے کوئی سامان نہ تھے۔ خدا تعالےٰ ہی آپؐ کی حفاظت کرتا تھا۔ تو دوزخ وہی ہوتا ہے۔ جو انسان اپنے لئے آپ پیدا کرتا ہے۔ اور جنت بھی وہی ہوتی ہے۔ جو انسان اپنے لئے بناتا ہے۔ پس تم لوگ کوشش کرو۔ کہ

اپنے لئے جنت پیدا کرو

اور وہ جنت یہی ہے۔ کہ انسان خدا تعالےٰ کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ دیکھو جس شخص کو یقین ہو کہ میں لڑائی میں نہیں مرونگا۔ وہ لڑائی کرتے وقت نہیں ڈریگا۔ خواہ توپیں اور بم ہی کیوں نہ پڑ رہے ہوں۔ اللہ تعالےٰ کہتا ہے۔ جو جنتی ہو جاتا ہے۔ اس پر فنا نہیں آتی۔ پس جو اپنے آپ کو جنتی سمجھتا ہے۔ وہ کسی قربانی سے نہیں ڈرتا۔ اور جو خدا کی راہ میں قربانی کرنے سے ڈرتا ہے۔ یقیناً اس کے دل کے کسی نہ کسی کونہ میں دوزخ ہے۔ کیونکہ قربانی سے ہٹنا اسی بات کی علامت ہے۔

پس میں احباب کو ایک تو یہ نصیحت کرتا ہوں۔ کہ اپنی اپنی جماعتوں میں جاکر تقویٰ و طہارت اور دین کے لئے

قربانی کی روح

پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ زبانی الفاظ رٹنے سے کچھ نہیں بنتا ہم نے قرآن کریم کے حافظ ایسے لوگ دیکھے ہیں جن کی نہایت خطرناک حالت ہوتی ہے۔ ان کے مقابلہ میں ایسے بھی دیکھے ہیں جو صحیح الفاظ بھی ادا نہیں کرسکتے۔ لیکن تقویٰ و طہارت کے لحاظ سے

اعلیٰ درجہ

پر ہوتے ہیں ؂

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ایک دفعہ ایک لکھنؤ کا آدمی آیا۔ آپ نے قرآن کریم کا ذکر کیا۔ تو کہنے لگا اچھے مسیح موعود بنے ہو۔ کہ ق اور ک میں بھی فرق نہیں جانتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال کو اذان دینے کے لئے مقرر کیا ہوا تھا۔ وہ چونکہ حبشی تھے۔ اچھی طرح عربی الفاظ ادا نہ کرسکتے تھے۔ اس لئے کئی لوگ ان پر ہنستے تھے۔ مگر آپ نے فرمایا بلال کی آواز اللہ کو بڑی پیاری ہے۔ اگر کوئی شخص سارا دن قرآن پڑھتا رہتا ہے۔ لیکن اس کے دل میں کوئی اثر نہیں ہوتا۔ تو اسے کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن اگر کوئی

ایک آیت

پڑھتا ہے۔ جو اس پر اثر کرتی ہے۔ تو وہ خدا کے قریب ہو جاتا ہے۔

آپ لوگوں نے قرآن کریم کا جو حصہ پڑھا ہے۔ اسے ضبط کریں۔ اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اور دوسروں سے عمل کرانے کی کوشش کریں۔ تاکہ جو مشکلات دین پر آرہی ہیں۔ وہ دور ہوں۔ اور خدا تعالےٰ اپنے فضل سے دین کی ترقی کے سامان پیدا کرے۔ اور ہماری کمزوریوں کی وجہ سے اس کے دین کو نقصان نہ پہونچے۔ دیکھو اگر کوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ تو

ہماری ہی کمزوریوں کی وجہ سے

دیتا ہے۔ ورنہ سورج کو کون اندھیرا کہہ سکتا ہے۔ ہاں اگر اس پر کوئی پردہ پڑ جائے۔ تو اندھیرا ہو جاتا ہے۔ رسول کریم صلعم سورج ہیں انکو کون اندھیرا کہہ سکتا ہے۔ ہاں اگر مسلمان کمزوریوں سے پردہ ڈالدیں تو اور بات ہے۔ پس آپ کی ذات لوگوں سے برا بھلا نہیں کہلاتی برا کہلانے والے مسلمانوں کے عمل ہیں۔

خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔ کہ اسلام کی ترقی کیلئے ہر قسم کی قربانی کرسکیں۔ تاکہ رسول کریمؐ کی شان پہلے سے بھی بڑھکر ظاہر ہو۔ اور اسلام کا ستارہ مدھم نہ پڑے بلکہ اور چمک اٹھے ؂

نہرو کمیٹی اور مخلوط انتخاب

مخلوط انتخاب اور ہندو

ہم رپوٹ کے مداح اصحاب سے پوچھتے ہیں۔ مخلوط انتخاب سے ہندوؤں کو کیا فائدہ ہے۔ جو وہ اس قدر شور و غل مچا رہے ہیں۔ کہ یہ ضرور ہونا چاہیئے۔ اور اس کے لئے اس قدر قربانی اپنی قوم سے کرا رہے ہیں۔ کہ صوبہ سرحد کو آئینی بنا رہے ہیں۔ اور سندھ کو اپنی عملی حکومت سے باہر نکال رہے ہیں۔ اس سوال کا جواب تمام تقریروں اور تحریروں میں دیکھ ڈالیئے۔ سوائے اس کے کچھ نہ ملیگا۔ کہ متحدہ قومیت کے لئے ضروری ہے۔ کہ انتخاب جداگانہ نہ ہو۔ کیوں نہ ہو؟ اس لئے کہ دنیا میں کہیں یہ نہیں ہے۔ بیشک یہ درست ہے۔ لیکن ہندوستان میں مجبوری بیّن اشد ضروری ہے تمام دنیا کے طرز انتخاب کو دیکھو۔ کچھ نہ کچھ فرق ملیگا۔ کہیں عمریں برابر نہ ہونگی۔ کہیں کچھ اور قیود ہونگی کہیں مردوں کو حق ہوگا تو عورتوں کو نہ ہوگا۔ اور ملا ہوگا۔ تو ابھی تھوڑے عرصہ سے۔ مثلاً انگلستان ہی کو لے لو۔ کب سے جمہوری حکومت ہے۔ اور عورتوں کو حق کب سے ملا ہے۔ کون نہیں جانتا۔ کہ یہ حق ابھی کچھ عرصہ سے ملا ہے۔ حالانکہ کئی صدیوں سے جمہوری حکومت ہے۔

علاوہ انتخاب کے دوسرے قوانین اساسی میں بھی اختلافات نظر آئیگا۔ پس کیا یہ ضروری ہے۔ کہ ہم مقامی حالات کو نظر انداز کر کے محض اس لئے مخلوط انتخاب پر عملدرآمد کریں۔ کہ برٹش پارلیمنٹ یا معترضین کا اس کہنے سے منہ بند ہو جائے۔ کہ ہندوستان کو پارلیمنٹری گورنمنٹ نہیں مل سکتی۔ کیونکہ وہ ایک قوم نہیں ہے۔ یہ کوئی دلیل ایسی نہیں ہے۔ جس کا جواب معقول طرح نہ دیا جا سکے۔ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہمارا ملک مذہبی ملک ہے۔ اور مذہبی تبلیغ دن رات جاری ہے مذہبی اختلافات سیاسی اختلافات سے بہت زیادہ اہم اور موثر ہوتے ہیں۔ کوئین میری کا زمانہ یاد کیجئے۔ اور مذہبی اختلاف کے کرشمے ملاحظہ کر لیجئے۔ حالانکہ وہ مذہبی اختلاف ایک ہی مذہب کے دو فرقوں میں تھا۔ نہ کہ دو مختلف مذہبوں میں۔ اچھا وہ تو بہت پرانی بات ہے۔ اور اب انگلستان کے فرزند بہت شائستہ ہو گئے ہیں۔ مگر ابھی ابھی آئرلینڈ کی جمہوریت کے لئے لبرل گورنمنٹ انگلستان نے کیا نمونہ دکھایا۔ اور السٹر کے پروٹسٹنٹ اور آئرلینڈ کے رومن کیتھولک نے کیا کیا خونریزیاں نہیں کی ہیں۔ یہ مذہبی فرقوں کا اختلاف کیا آئرلینڈ کی جمہوریت پر موثر نہیں ہوا۔ اور مخصوص حقوق السٹر کو نہیں دئے گئے پھر اگر ہندوستان میں چار پانچ یا چھ مختلف مذہبوں کی تبلیغی کوششوں کو دیکھتے ہوئے مخلوط انتخاب کو اس وقت قائم نہ رکھا جائے۔ تو کیا نقصان واقعہ ہوگا۔

جداگانہ انتخاب کی ضرورت

جداگانہ انتخاب کے کیا یہ معنی ہیں۔ کہ ہندوؤں کی تعداد کو گھٹا کر اقیص قلیل التعداد کر دیا جائے۔ ہم تو شروع ہی سے کہہ رہے ہیں۔ کہ یو۔ پی اور مدراس یا جہاں جہاں مسلمانوں کی تعداد کم ہے وہاں اپنی تعداد سے زیادہ نشستیں نہ لو۔ اگر اقلیت ایک تعلیم یافتہ اور منظم قوم کی اکثریت کے سامنے ہیچ ہے۔ اور قطعی بے اثر ہے۔ تو ۱۴ فیصدی مسلمان ہوں۔ تو کیا اور ۳۳ فیصدی ہوں۔ تو کیا۔ اگر قابل ۱۴ آدمی جو قوم کی خاطر محبت ورنج اٹھانے والے ہوں۔ اور علم سے آراستہ ہوں۔ اور علم سیاسی کے ماہر و واقف ہوں۔ تو یقیناً وہ ۱۰۰ آدمیوں میں اپنے آپ کو ممتاز کر سکتے ہیں۔ اس کی موٹی سی مثال ہمارے سامنے مسٹر گوکھلے آنجہانی کی موجود ہے کہ گورنمنٹ ہند مع اپنی قوت اور مسلمانوں کی جماعت کے اسمبلی میں گوکھلے پارٹی پر ہمیشہ غالب رہی لیکن یہ امر واقعہ ہے۔ کہ جو اس کا پیش کردہ بل ایک سال نامنظور کیا گیا دو تین سال بعد اُسی کو گورنمنٹ نے خود پیش کیا۔ اور اس نے ہر بار گورنمنٹ کو جتایا۔ کہ ؎

"آنچہ دانا کند کند ناداں ـــ لیک بعد از خرابی بسیار"

پس قابل انسان کے معقول دلائل گو نہ مانے جائیں۔ مگر مخالف کے دل میں سوراخ کر دیتے ہیں۔ مسلمان لیڈروں نے اس اصل کو کہ تعداد پر اقلیت واکثریت کا انحصار رکھا جائے۔ لکھنؤ پیکٹ تسلیم کو قبول کر کے ہر جگہ اپنی اقلیت کر لی۔ اور اپنی پھانسی کی رسی خود کس لی۔ بھلا کونسا فائدہ انھوں نے یو۔ پی یا مدراس یا بہار میں حاصل کر لیا جس کی خاطر پنجاب اور بنگال کو گرا کر اقلیت میں منتقل کر دیا۔ ساہوکارہ بل پنجاب کا جس طرح ہندو اکثریت کے ہاتھوں تباہ ہوا ہے۔ وہ ظاہر ہے پنجاب یونیورسٹی نے جو کیا ہے۔ اور کر رہی ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے ہائی کورٹ پنجاب کی شکائتیں طشت از بام کا مصداق بن چکی ہیں پس حقیقت صحیحہ یہی ہے۔ کہ تعداد مردم شماری کو کونسل کی نشستوں اور ہر انتخابی حکومت کی نشستوں کا اصول بنایا جائے۔ اور اس کی بناء پر نشستیں مقرر ہوں۔ ہندو جہاں جہاں اکثر ہوں۔ اکثر رہیں۔ اور مسلمان جہاں اکثر ہوں۔ اکثر رہیں۔ انتخاب جداگانہ سے اپنی اپنی نشستیں پوری کی جائیں۔ کوئی غیر معمولی اہمیت کسی قوم کو نہ دی جائے۔ اس میں ہندوؤں کا کونسا نقصان تھا۔ اور مسلمان ان کے کونسے حق کو غصب کر رہے تھے۔ کہ واویلا کیا گیا۔ اور کیا جا رہا ہے۔

فساد کی اصل جڑ

اصل جڑ فساد کی وہ فوائد ہیں۔ جو ہندوؤں نے برٹش گورنمنٹ کی پالیسی یا کمزوری سے یا مسلمانوں کی جہالت سے حاصل کر لئے ہیں۔ اور اب ان کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ اور یہی وہ جھگڑا ہے۔ جو سرمایہ اور مزدور کے نام سے یورپ میں رونما ہوا ہے۔ اور یہی جڑ بالشویت کی ہے۔ مثل مشہور ہے۔ "ہر کہ تنگ آمد بجنگ آمد"۔ انگریز سرمایہ دار قوم ہے۔ اس کا بھی بالشویک پروپیگنڈا سے دم نکلتا ہے۔ لیکن قانون قدرت یہی ہے۔ کہ "ہر کہ تنگ آمد۔ بجنگ آمد"۔

انگریز اور ہندو

پس انگریزوں کے اس احساس کے ماتحت ہندوؤں نے جو مسلمانوں کے اسراف سے اور آخری دَور کے تعیش حکومت سے سرمایہ حاصل کر لیا ہے۔ اور تمام ہندوستان میں اجارہ دار بازار بن بیٹھے ہیں۔ اُسے کیوں چھوڑیں اور کس طرح چھوڑیں۔ انگریزوں کو مسلمانوں کی حماقت غدر سے مسلمانوں سے سخت کاوش ہے۔ اور ہونا بھی چاہیئے۔ اس لئے غدر کے بعد ان کا رجحان طبع یہی ہوا کہ مسلمانوں کی قوت توڑ دی جائے تاکہ پھر ہندوؤں کی خفیہ سازش کا شکار ہو کر ہمارے سامنے نہ آکھڑے ہوں۔ اور چونکہ ان کی سلطنتیں تھوڑی بہت باہر ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ وہ ان کے اندرون ہند کی بغاوت سے فائدہ اٹھا کر شریک کار ہوں۔ اور گورنمنٹ آف انڈیا کو دشواریاں ہوں۔ پس ایک طرف مسلمانوں کی بیرونی سلطنتوں کے ساتھ جو سلوک ہو سکتا تھا کیا۔ اور اسی طرح اندرون ہند ملازمتوں میں سے مسلمانوں کے عنصر کو کم کیا۔ تعلیم میں ہندوؤں کو جو خود مسلمانوں کے قدیمی رقیب اور دشمن تھے۔ امداد دی گئی۔ اور حقوق دئے گئے۔ ایک کریلا کڑوا پھر نیم چڑھا اور بھی کڑوا ہو گیا۔ عدالت کی لائن میں تمام صدر الصدور منصف مسلمان ہوا کرتے تھے ایک ایک کر کے تقریباً سب نکال دئے گئے۔ امتحان کے عجیب قیود لگا کر ملازمت اور وکالت کو تقریباً مسلمانوں سے خالی کرا لیا۔ ہندو پٹواریوں کو لگا کر تمام مسلمان زمینداروں کے دیوالے نکلوا دئے۔ پھر بندوبست کو سخت کیا۔ اور ساہوکاروں کو اُبھارا۔ تمام اراضیات ساہوکاروں کے ہاتھوں میں چلی گئیں۔ پس نالش کرنے والے ساہوکار مقدمے فیصل کرنے والے ساہوکاروں کی اولاد یا بھائی قانون پیشہ ساہوکار پھر جو کچھ بھی ہو۔ کم ہے۔ ۱۸۶۰ء سے لیکر ۱۹۰۰ء تک مسلمانوں کی اراضیات و مصنوعات اقتصادیات اور حکومت نکلکر نوبت بایں جا رسید کہ فرانس اور جرمنی کی سی نسبت ہو گئی۔ اب فرانس کو بھی جرمنی کی ضرورت ہے۔ کہ انگلستان کا مقابلہ کرے۔ اور انگلستان کو بھی جرمنی کی ضرورت ہے۔ کہ فرانس بھی مدعی ہے۔ دغاباز ہے۔ پہلے ایک کا ساتھ چھوڑ چکا ہے۔ اب ہمارا بھی چھوڑ دیگا۔ اس کے لئے بھی ایک دو جرمن لگے رہنا چاہیئے۔ اس لئے جرمنی کو اور اطالیہ دونوں کو ابھارتے رہو۔ جب پھر تیار ہو جائیں۔ پھر آپس میں جڑا دینگے۔ یہی ہماری حالت ہندوستانی سیاست میں ہے۔ پہلے ہماری طاقت تباہ کر دی گئی اب اس قدر ابھارنا منظور ہے۔ کہ ہندوؤں سے کچھ نہ کچھ لڑتے رہیں پھر اینگلو انڈین اطالیہ کی طرح تیار ہو جائینگے۔ گذشتہ ۲۸ سال میں مشن کی کوششوں کو دیکھا جائے۔ تو ۱۴ گنا زیادہ ہو گئی ہیں اچھوت اقوام سے برابر عیسائی بنائے جا رہے ہیں۔

پس غدر کے بعد سے ہمیں جو پہلی ہی سلطنت کی تباہ شدہ حالت سے مضمحل تھے۔ اور ہندوؤں کی لوٹ مار سے دب رہے تھے۔ برطانیہ کے

دورِ حکومت کے نئے قواعد سے لیکر پامال ہو گئے۔ اس تمام عرصہ کی جدوجہد اور انگریزوں کے ساتھ تعاون کر کے ہندوؤں نے فائدے حاصل کئے ہم انگریزوں سے غدر کی سزاؤں کے سبب سے متنفر رہے۔ نہ ان کے قوانین سے فائدہ اٹھایا۔ نہ ان کی تعلیم سے۔ اب جبکہ دشمن ہر بلندی پر قابض ہو چکا ہے۔ اور سارے مورچے آراستہ ہیں۔ اس سے چوٹیاں خالی کرانا بڑی اعلےٰ درجہ کی فوج کا کام ہے۔ اور فوج بھی ایسی ہو۔ کہ دشمن اور اس کے معاونوں کو توڑ دے۔ تب کامیابی ہوگی۔

انگریزوں کو نکالنے کی تدبیریں کرنے والے

لیکن مسلمان لیڈر جو کانگریس کے ساتھ ہیں۔ ہمیں بتائیں۔ کہ وہ ہندوؤں سے ملکر انگریزوں کو نکالنے کی تدبیریں کرنے کا اگر ارادہ رکھتے ہیں۔ تو کس قدر بڑی نادانی ہے۔ ہندو جو مسلمانوں اور انگریزوں دونوں کے خلاف اور دونوں کو ڈاکو سمجھتے ہیں کہ ان کے ملک میں گھس آئے۔ اور زبردستی مالک بن گئے۔ وہ نہیں جانتے کہ ان دونوں کو آپس میں لڑاؤ اور دونوں کو کمزور کرو۔ پس وہ مسلمانوں کو بغل میں تھپکیاں دیکر اور دھوکے اور لالچ سے لے لیتے ہیں۔ اور انگریزوں سے مقابلہ شروع کرا دیتے ہیں۔ پھر ان کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو خود بھی کچلتے ہیں۔ اور ان سے بھی کچلواتے ہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ سارے ہندو یہی کرتے ہیں۔ میرا مطلب صرف اس قدر ہے۔ کہ ایک حصہ کانگریس کا مسلمانوں کی مخالفت نہیں کرتا قومیت متحدہ کے گیت گاتا رہتا ہے۔ اور ملک کا بڑا حصہ مسلمانوں کے کچلنے کے لئے لگا رہتا ہے۔ اور پھر سزائیں انگریزوں کے ہاتھ سے دلواتا ہے۔ مسلمان برابر وہی کر رہے ہیں۔ جو غدر میں انہوں نے کیا۔

ہندوؤں کی سازشوں کا شکار

ہندوؤں کی سازشوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ غدر ۱۸۵۷ء میں ہوا اور ہندوؤں کی سازش سے فوجیں بگڑیں۔ پھر ۱۸۸۵ء سے نیشنل کانگریس ہوئی۔ اس میں مسلمان سر سید کے مرجانے پر نہ رک سکے اور شریک ہو گئے پھر ۱۹۱۶ء اور ۱۹۱۹ء مانٹیگو ریفارم میں ہندوؤں سے ملکر اپنے لئے جال بنایا اور پھنس گئے۔ اور ۱۹۱۹ء میں عدم تعاون کی رو میں گاندھی جی کے ساتھ بہ گئے۔ اور یہاں تک بہ گئے کہ لے دے کے ایک علیگڑھ کالج تھا۔ اس کی تباہی ایک گونہ تو کر دی اور قوم کے تعلیم یافتوں کو دو متضاد کیمپوں میں کھڑا کر دیا۔ اور جو شدہ ٹیم کچھ پڑھکر مختلف پیشوں میں یعنی وکالت وغیرہ میں روٹی کھانے لگ گئے تھے۔ اور ممکن تھا۔ کہ وہ آگے بڑھ جاتے۔ انھیں اپنے پیشہ سے ہٹا کر انگریزوں کا دشمن بنا دیا۔ ہار جھک مار کر جو اپنے کاموں پر لوٹے ہیں ان کے کام کی کیا حالت ہے۔ انھیں سے جا کر پوچھو۔ پس انگریز دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان بار بار ہندوؤں کا شکار ہو رہے ہیں۔ اسلئے انھوں نے سمجھ لیا ہے کہ "یہ غلط گھوڑے پر بازی لگ رہی ہے"۔ دشمن اسی موقعہ کی تلاش میں تھا۔ اس نے جیت دیکھا۔ کہ بچا تیوالا کوئی نہیں ہے۔ اس لئے گاندھی جی کو کونہ میں بٹھا دیا۔ ادھر مہا سبھا کے پہلوانوں نے گاندھی جی کا چرخہ توڑ پھوڑ کر اور ان کا گڑی کا ساجالا نانا بانا اور کھدر بھدر الگ پھینکدیا۔ وہ نو یوں بچارے اپنی لنگوٹی اور بھاگ کو لیکر علیحدہ ہو گئے۔ یہ اکھاڑے جا کر ہر طرف پیسے والے پٹہ باز کی طرح جو کبھی لڑائیاں لڑنے لگے جب کشت و خون شباب پر پہنچ جائے تو فوراً فوجیں اور رسالے آکر بیچ بچا کر لڑائی کو بند کر دیتے ہیں۔ تاکہ پھر کسی کا ہاتھ نہ اٹھے۔ ظاہر ہے۔ کہ تھوڑے سے عرصہ میں تیار شدہ اکثریت کمزور غیر منتظم اقلیت کو کس قدر کچل سکتی ہے۔ اور جب تک اس کے بھائی بند ادھر ادھر سے جمع ہوں۔ کہ بدلہ لیں۔ تو فوجیں بیچ میں حائل ہو جاتی ہیں۔ لاہور کے فساد۔ کلکتہ کے فساد اور اسی طرح ہر جگہ کے فساد شاہد ہیں پھر عدالتی کارروائیاں تو ظاہر و باہر ہیں۔ حکام ہندو۔ فیصلے ہندو۔ سزائیں ہندو۔ ہائیکورٹ تک ہندو ہے۔ اب یہ احمق نادان بے بس بے کس قوم چیختی ہے۔ کہ لیڈرو گھر سے نکلکر آؤ۔ مگر آئے کون۔ کچھ لیڈر کانگریس کے ہاتھ پر بیعت کئے ہوئے ہیں۔ وہ کیوں آئیں گے۔ کچھ خلافت مردہ کے نمک خوار ہیں۔ وہ ہندوؤں سے کس منہ سے لڑیں۔ انھیں تو گورنمنٹ سے لڑنے کا موقعہ ملنا چاہیئے۔ اگر مل گیا۔ تو لڑے جیسے لاہور خلافت کمیٹی نے کیا۔ اور کچھ روپیہ کما لیا۔ مولوی ظفر علی صاحب کچھ ادھر بھی ہیں۔ کچھ ادھر بھی ہیں۔ لڑائی بھی لڑتے رہے۔ اوگلوی صاحب کے بھی دوست رہے اور بچارے قربانی کے بکروں یعنی غازی عبدالرحمن صاحب اور مولوی عطاء اللہ بخاری کے دوست بھی بنتے رہے۔ یہ تمام حالات نئے نہیں ہیں۔ ان پر نظر نہ کرنا اور ان کو بھلا دینا کس قدر غلطی ہے مسلمانوں کو سمجھنا چاہیئے تھا کہ وہ ہندوستان کی سلطنت سے ہٹا دئے گئے ہیں

اگر انگریز نہ آتے

اگر ہندوستان میں انگریز نہ آتے۔ تو مرہٹوں اور سکھوں نے انھیں کھا لیا ہوتا۔ دہلی میں صرف لال قلعہ کے ارد گرد حکومت تھی۔ شہر دہلی بھی برائے نام حکومت میں تھا پنجاب پر سکھ آندھی سے مسلط ہو گئے تھے۔ کہ خدا نے اسلام کی ترقی کی خاطر مسلمانوں کو کامل تباہی سے بچایا اور اسی لئے ہندوستان کی سرزمین کو اسپین بننے سے روک دیا۔ ورنہ انگریزوں کی حکومت میں اگر پچاس سال کا توقف ہو جاتا۔ تو ۱۷۵۷ء جنگ پلاسی کے زمانہ سے ۱۸۵۷ء تک ہندو اور سکھ مسلمانوں کو قطعی شودر بنا چکے ہوتے۔ اور جو سلوک فرعون نے بنی اسرائیل سے کیا تھا۔ وہ ان کے ساتھ ہوتا۔

مشیت الٰہی

مگر اللہ تعالےٰ کی مشیت ظاہر ہونا تھی الٰہی فیصلہ تھا کہ اس سرزمین سے نجات دہندہ عالم کا روز اٹھیگا۔ اور محمد رسول اللہ صلعم کا موعود فرزند رشید تمام نبیوں کے حلے پہنکر اٹھیگا۔ اور اپنی ظلی نبوت سے انوار محمدی عیسیوں میں پہنچائیگا اور مسلمانوں کی کھوئی ہوئی عزت کو پھر قائم کریگا۔ اس لئے انگریزوں کو ہندوستان بھیجکر ان کی حکومت کو قائم کر دیا۔ اور عین وقت پر مسلمانوں کو ہندوؤں کی غلامی میں جانے اور چوہڑے چمار بننے سے روک دیا۔ ورنہ جیسے پہلے مفتوح شدہ قوم کا حشر ہوا ہمارا بھی ہوتا۔ اب بھی یہاں تک ہو چکا ہے۔ کہ مسلمان چاہے کسقدر بڑا ہو۔ ہندو کے پانی اور کھانے کا اس قدر احترام کرتا ہے کہ خود اپنے آپکو بچا کر نکلتا ہے کیا اس حقیقت سے کوئی مسلمان انکار کر سکتا ہے۔ ہندو جانتے ہیں۔ کہ مسلمان انکے مذہبی دشمن ہیں۔ اور انکی سلطنت کو برباد کر دینے والے ہیں وہ مسلمانوں کو کسطرح بھول سکتے ہیں۔ مگر مسلمان روزمرہ کی حالتوں کو دیکھتے ہوئے بھولتے ہیں۔ یا بزدلی کے سبب سے اس حقیقت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

متحدہ قومیت کیلئے حقیقی فتنہ

سیواجی کی برسی کے کیا معنی ہیں۔ یہی کہ اس نے گورنر سلطنت مغلیہ کو دغا بازی سے مار دیا اور دکن پر سے مسلمانوں کا تسلط غارت کر دیا۔ باوجود کانگریس کی ممبری کے اور جمعیت کے مسلمان کیوں کانگریس میں اس سوال کو نہیں اٹھاتے کہ متحدہ قومیت کے لئے یہ زہر ہے۔ اس کے سوائے فساد کے کچھ دوسرے معنی ہی نہیں ہیں۔ اس فتنہ کو بند کر دیا جائے جو کارٹون بھائی بندہ کے بنا کر اور گورو گوبند سنگھ کے واقعات کو تصویری شکل دے کر اور مسلمانوں کے نبی کریم صلعم کے خلاف گندہ زبانی کر کے خونریزیاں کرائی جا رہی ہیں۔ یہ سخت فتنہ ہے اور متحدہ قومیت کے لئے عظیم الشان زلزلہ ہے اسے بند کر دیا جائے۔ لیکن مجال ہے کہ ہمارے بہادر جلسہ با تک لیڈر مولانا فلاں۔ مولانا فلاں وغیرہ وغیرہ اس کوچہ میں قدم رکھیں۔ مگر ڈاکٹر مونجے ڈاکٹر نیرنگ۔ پنڈت مالویہ صاحب لالہ لاجپت رائے صاحب۔ بھائی پرمانند صاحب وغیرہ وغیرہ دلیر لوگ ہیں۔ وہ مسلمان لیڈروں کے ساتھ رہتے ہیں اور ہرگز ان سے نہیں شرماتے۔ نہ انکی زبانیں رکتی ہیں نہ قلم۔ شملہ کی یونٹی کانفرنس میں ڈاکٹر مونجے کی تقریر پر مولوی شفیع صاحب داؤدی اور مولانا محمد علی صاحب کو جو تجربہ ہوا ہے وہ کیا کم تھا۔ مگر ہندوؤں کی دلیری نے سب کے حوصلے پست کر دئے ہیں۔ وہ نواب تم مار خان صاحب جو بڑے بڑے قومی تمغہ جات سے اپنے سینہ کو گلدستہ لالہ بنائے رکھتے ہیں اسوقت بھیگی بلی معلوم ہوتے تھے۔ نہ سر جدی جوش وہاں کام آیا نہ وہ پہلوان کچھ کر سکے۔ جو برطانیہ عظمے سے کشتی لڑنے کیلئے تیار ہیں میرا جی چاہتا ہے۔ کہ اس بوڑھے چوہے کی برسی منائی جائے جس نے اپنی کانفرنس میں کہا تھا۔ کہ میاؤں کے سامنے تم میں سے کون کون ٹھہریگا تو سب حیران ہو گئے تھے۔ لہذا مخلوط انتخاب کو قومی اتحاد کے خلاف سمجھنا اور ہمارا تباہ و برباد کر دینے والے امور کو فسادی نہ سمجھنا۔ اور صرف ایک عارضی معاملہ کہکر ٹال دینا۔ اور اتحاد قومی کے خلاف نہ سمجھنا کچھ ایسی ذہنیت ہے۔ جو ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ ہم اسے تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ہندوستان کو قومی اتحاد خدا جلد سے جلد نصیب فرمائے۔ وہ آنکھوں کا سکھ ہوگا۔ لیکن ہم نہیں مان سکتے کہ اس کا علاج مخلوط انتخاب ہے۔ اس کا ایک ہی اس وقت علاج ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ جداگانہ انتخاب۔ صوبہ جات میں مردم شماری کی بنا پر اقلیت اور اکثریت کا فیصلہ۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان کو آئینی صوبہ بنانا۔ سندھ کو علیحدہ کرنا۔ اور اصلاحات دینا۔ تمام ملازمتوں میں یہی اصول مردم شماری مقرر کرنا تمام میونسپلٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں میں اسی اصول پر نشستیں مقرر کرنا یونیورسٹیوں میں یہی اصول قائم رکھنا۔ اور ان ذرائع سے مسلمانوں کو اوپر اٹھانا اور اقتصادیات کے لئے اور حفاظت حقوق کے لئے تمام مسلمان فرقوں کو اپنے اپنے مختلف عقائد پر قائم رہ کر اتحاد کرنا۔ اگر یہ آپ نہیں کر سکتے۔ تو اے مسلمان لیڈرو تم کو خدا کی طرف سے نصرت نہیں ملے گی۔

(گھر کا بھیدی)